دارالعلوم ندوۃ العلماء

لکھنؤ

تعمیرِ حیات

پندرہ روزہ

مجلس صحافت و نشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۲۵	۲۵ مارچ ۱۹۸۸ء مطابق ۶ شعبان ۱۴۰۸ھ	شمارہ نمبر ۱۰

اداریہ • محمود الازہار ندوی

کھوئے ہوئے سرمایہ کو حاصل کرنے کی فکر

اسلام نے دینی، اخلاقی، اور روحانی حیثیت سے ہی نہیں بلکہ خالص مادی اور دنیاوی نقطۂ نظر سے بھی انسانیت کی پوری رہنمائی کی ہے اور جدید علوم کو موجودہ سائنس کی اساس پر ترقی دینے میں کلیدی کردار ادا کیا ہے اسلئے کہ مسلمانوں کے سامنے حصول علم کی وہ قرآنی آیات اور احادیث رسول ہیں جنہوں نے ان کو علوم وفنون کے میدان میں جدو جہد کرنے اور طبع آزمائی کے لئے ترغیب دلائی۔ سب سے پہلی وحی کا آغاز ہی لفظ "اقرأ" "پڑھو" سے ہوا۔ اور جگہ جگہ قرآن مجید نے تعلیم اور تعلّم کی ترغیب دی۔ اور اہل علم کی خصوصیات بتائیں۔ اور حدیث میں تو یہاں تک صراحت ہے کہ بُعد مسافت حصول علم میں حائل نہ ہو یعنی "اُطلبوا العلم ولو بالصین" (علم کو طلب کرو اگرچہ چین جانا پڑے) مسلمانوں کے لئے یہ ایک ایسا مرکزی نقطہ تھا جس نے ان کو ہر میدان میں طبع آزمائی کے لئے مواقع فراہم کر دیئے، اور مسلمانوں نے بھی اس سے فائدہ اٹھایا اور دوسروں کو مستفید ہونے کے لئے بنیاد فراہم کی۔ اور یہی چیز مسلمانوں کی ترقی، تہذیب کے عروج اور ثقافت کو جلا دینے میں ایک اہم عامل بنی

مسلمانوں نے دوسری قوموں کے علوم وفنون اور ان کے اصحاب کمال کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر گوشۂ گمنامی سے نکالا، ان کو محفوظ کیا، اور ترقی دیا، اس سے خوب بھی فائدہ اٹھایا اور دنیا کو بھی اس سے روشناس کرایا۔ بلکہ بہت سے علوم مسلمانوں ہی کے بدولت زندہ رہے، اس کا آغاز بنی امیہ کے دور سے ہوا اور عروج بنو عباس کے دور میں ہوا، مسلمانوں نے اس کے لئے مدارس قائم کئے، دارالترجمے قائم کئے، اور ان کی سرپرستی کی، کتب خانے آباد کئے، اور قدیم کتابوں کے تراجم میں اصلاح و ترمیم اور اضافہ کر کے ان کو ترقی دی، تاریخ، جغرافیہ، طب، ہیئت حساب، ہندسہ، طبیعیات اور کیمیا میں اپنے مشاہدات و تجربات سے نئے انکشافات وایجادات کئے، جو آئندہ چل کر جدید علوم کی اساس اور سائنس کی ترقی کی بنیاد بنیں۔

اسلامی علوم وفنون کا یہ بیش بہا سرمایہ، سسلی، اندلس اور اٹلی کے ذریعہ یورپ پہونچا اور جب طلیطلہ کے رئیس الاساقفہ کی سرپرستی میں مترجمین کا ایک ادارہ قائم ہوا۔ جس میں مختلف فنون کی مشہور عربی تصانیف کا لاطینی میں ترجمہ کیا گیا تو ان ترجموں سے یورپ کے باشندوں کو ایک نئی دنیا نظر آنے لگی، چودھویں صدی تک اس ترجمہ کا سلسلہ جاری رہا، اور رازی ابن سینا اور ابن رشد وغیرہ کی تصانیف، یونانی حکماء و فلاسفہ، جالینوس، افلاطون، ارسطو، اقلیدس بطلیموس وغیرہ کی تصانیف کے عربی تراجم سے ان کا لاطینی میں ترجمہ کیا گیا، ڈاکٹر لکرسی نے اپنی تاریخ میں سو سے زیادہ عربی تصانیف کا لاطینی زبان میں ترجموں کا تذکرہ کیا ہے قرون وسطیٰ میں اہل مغرب کو یونانی تصانیف کا علم ان کے عربی تراجم ہی کے ذریعہ ہوا

موسیو بری لکھتا ہے کہ اگر عربوں کا کام تاریخ سے نکال دیا جائے تو یورپ کی علمی نشأۃ ثانیہ

نگران اعلیٰ
مولانا ابو العرفان ندوی

مجلس ادارت

شمس الحق ندوی
محمود الازہار ندوی

خط وکتابت کا پتہ
منیجر تعمیر حیات، پوسٹ بکس ۹۳
ندوۃ العلماء، لکھنؤ،
انڈیا

زر تعاون

سالانہ : پینتیس ۳۵ روپے
ششماہی : پچیس ۲۵ روپے
فی پرچہ : ایک روپیہ ۵۰ پیسے

بیرون ملک

بحری ڈاک، جلد ڈاک : ۱۰ ڈالر

فضائی ڈاک

ایشیائی ممالک : ۲۰ ڈالر
افریقی ممالک : ۲۰ ڈالر
یورپ وامریکہ : ۲۰ ڈالر

نوٹ
ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ فرمائیں۔

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا آپ اگر یہ چاہتے ہیں کہ دین وادب کا یہ خادم، ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ پینتیس ۳۵ روپے ارسال فرمایئے۔ یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر لکھنا نہ بھولیں

روزہ کا حکم

مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی

اس نازک اور اعلیٰ مصالح کی رعایت، اور بلند دنیوی واخروی مقاصد کی تکمیل کے لیے جو علم وذہانت کی دسترس سے ماوراء ہیں، اس روح کی چارہ سازی کے لیے جو معدہ اور شکم کے بوجھ کے نیچے دب گئی تھی، اور "ہوا وہوس" اور "نائے ونوش" کے جنون اور غلبہ کی وجہ سے نیم جان اور زار ونزار ہو گئی تھی، نیز اس فریضہ کی ادائیگی کے لیے جس کو خلافت کہا جاتا ہے، اور جس میں اعتدال وتوازن اور صبر وتحمل کی سب سے زیادہ ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ نے روزہ کا حکم مسلمانوں کے لیے نازل فرمایا، لیکن یہ روزہ ہجرت کے بعد اس وقت فرض کیا گیا جب سختیوں کے بادل چھٹ گئے، عسرت وتنگدستی کا دور ختم ہوا، اور مسلمانوں نے مدینہ میں اطمینان کی سانس لی، اور ان کی زندگی کشادگی وآرام کے ساتھ بسر ہونے لگی، ایسا شاید اس لیے ہوا کہ اگر پریشان حالی کے دور میں روزہ کا حکم نازل ہوتا تو بہت سے لوگ اس کو مجبوری کا روزہ اور معاشی حالات اور اس ماحول کا نتیجہ سمجھتے جو مکہ میں تھا اور یہ محسوس کرتے کہ روزہ صرف فقراء اور مساکین اور مصیبت زدوں اور مظلوموں کے لیے ہے۔ اغنیاء اور خوش حال لوگ جو باغات اور زمینوں کے مالک ہیں، اس سے مستثنیٰ ہیں۔

اس کے علاوہ روزہ کی فرضیت کی آیت اس وقت نازل ہوئی جب عقیدہ مسلمانوں کے دلوں میں اچھی طرح پیوست اور پختہ ہو چکا تھا اور نماز سے بھی ان کو غایت درجہ تعلق بلکہ عشق پیدا ہو گیا تھا، تمام مسلمان احکام الٰہی اور قوانین شریعت کے سامنے ہر طرح سر تسلیم خم کرنے پر تیار تھے، اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے وہ اس کے منتظر ہی ہوں۔ علامہ ابن القیم نے اس نکتہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"چونکہ مالوفات وخواہشات سے انسان کو چھڑانا سب سے مشکل اور دشوار کام ہے اس لیے اس کی فرضیت کا حکم ہجرت کے بعد اس وقت تک نازل نہیں ہوا جب تک اس کا اطمینان نہیں ہو گیا کہ اب توحید اور نماز ان کے رگ وریشہ میں سرایت کر چکی ہے، اور اوامر قرآنیہ سے ان کے دل پوری طرح مانوس ہیں چنانچہ ہجرت کے دوسرے سال روزہ کا حکم آیا اور رسول اللہ صلعم نے اس دنیا سے تشریف لے جانے سے قبل ۹ رمضانوں کے روزے رکھے۔

جس آیت کے ذریعہ روزے فرض ہوئے وہ آیت یہ تھی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ فَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ وَأَن تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝

(اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسا کہ ان لوگوں پر فرض کیے گئے تھے جو تم سے قبل ہوئے ہیں، عجب نہیں کہ تم متقی بن جاؤ (روزے) گنتی کے چند روز کے (ہیں) پھر تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو اس پر دوسرے دنوں کا شمار رکھنا (لازم ہے) اور جو لوگ اسے مشکل سے برداشت کر سکیں، ان کے ذمہ فدیہ ہے (کہ وہ) ایک مسکین کا کھانا ہے، اور جو کوئی خوشی خوشی نیکی کرے اس کے حق میں بہتر ہے، اور اگر تم علم رکھتے ہو تو بہتر تمہارے حق میں یہی ہے کہ تم روزے رکھو، ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا ہے، وہ لوگوں کے لیے ہدایت ہے، اور (اس میں) کھلے ہوئے (دلائل ہیں) ہدایت اور (حق وباطل میں) امتیاز کے، سو تم میں سے جو کوئی اس مہینہ کو پائے، لازم ہے کہ وہ (مہینہ بھر) روزہ رکھے، اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو (اس پر) دوسرے دنوں کا شمار رکھنا (لازم ہے) اللہ تمہارے حق میں سہولت چاہتا ہے، اور تمہارے حق میں دشواری نہیں چاہتا، اور یہ (چاہتا ہے) کہ تم شمار کی تکمیل کر لیا کرو، اور یہ کہ تم اللہ کی بڑائی کیا کرو، اس پر کہ تمہیں راہ بتا دی، عجب نہیں کہ تم شکر گزار بن جاؤ۔)

یہ آیات جن میں پہلی بار روزہ فرض قرار دیا گیا ان خشک قوانین کی طرح نہیں تھیں جو محض اس سیاسی اور اجتماعی رابطہ کی بنیاد پر نافذ کیا جاتا ہے جو معاشرہ کے ایک فرد اور حکومت کے درمیان قائم ہوتا ہے، یہ آیات ایمان وعقیدہ، عقل وضمیر اور قلب وجذبات سب کو بیک وقت اپیل کرتی ہیں، اور ان تمام چیزوں کو غذا پہونچاتی ہیں، اور محض قانون کے اجراء ہی کے لیے نہیں، خوش دلی کے ساتھ اس کے استقبال کے لیے بھی فضا سازگار کرتی ہیں، یہ قرآن کے اعجاز اصول دعوت، علم النفس اور حکیمانہ قانون سازی کا ایک ناقابل انکار معجزہ ہے۔

تَنزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ

(یہ کلام نازل ہوا ہے (خدائے) باحکمت وبرحمد کی طرف سے۔

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جو اس قانون کے مکلف ہیں "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا" سے خطاب کیا ہے اور اس طرح گویا ان کو پہلے ہی سے تمام احکام کی تعمیل اور بجا آوری کے لیے تیار کر دیا ہے، جو ان کو خدا کی طرف سے دیے جائیں، خواہ وہ ان کے نفس پر کتنے ہی شاق اور گراں کیوں نہ ہوں، اس لیے کہ ایمان کا یہی تقاضا اور مطالبہ ہے، اگر کوئی اللہ تعالیٰ پر ایمان لا چکا ہے، اور اس کو اپنا معبود اور رب، امر ونہی کا مالک اور اطاعت وفرمانبرداری کے لائق تسلیم کر چکا ہے، اور اپنی زمام کار اس کے حوالہ کر چکا ہے اور دل وجان سے اس کی محبت میں سرشار ہے تو اس کو بجا طور پر اس کے ہر حکم، ہر قانون، ہر فیصلہ اور ہر مطالبہ کے سامنے بے چون وچرا سر تسلیم خم کر دینا چاہیے۔

إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا

(النور-۵۱)

ایمان والوں کا قول تو یہ ہے جب وہ بلائے جاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف کہ (رسول) ان کے درمیان فیصلہ کر دیں تو وہ کہہ اٹھتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ

(الاحزاب-۳۶)

اور کسی مومن یا مومنہ کے لیے یہ درست نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی امر کا حکم دیدیں تو پھر ان کو اپنے (اس) امر میں کوئی اختیار باقی رہ جائے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ

(الانفال-۲۴)

اے ایمان والو! اللہ اور رسول کو لبیک کہو جب کہ وہ (یعنی رسول) تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلائیں۔

یہ اس شریعت کی پابندی ہے جو اپنے تمام فرائض، عبادات، اور احکام وقوانین میں نفوس انسانی کے لیے آب حیات ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے ان پر روزہ فرض کیا، لیکن یہ مذاہب کی تاریخ میں پہلا موقع یا کوئی بدعت نہ تھی، اللہ تعالیٰ نے ان سے پہلے بھی سب اہل کتاب اور مذہب وشریعت کی حامل تمام قوموں پر روزہ فرض کیا تھا، اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس گرانی اور بوجھ کو کم کر دیا ہے جو انسان کو تنہائی کے احساس سے ہوتا ہے اگر آدمی کو معلوم ہو جائے کہ جس بات کا پابند اس کو کیا جا رہا ہے وہ کوئی نئی بات نہیں ہے، اس کی نظیریں پہلے بھی گزر چکی

بقیہ صفحہ ۱۱ پر

کئی صدی پیچھے ہٹ جاتی۔

کامل پانچ صدیوں تک یورپ کی درسگاہوں کا دار و مدار تمام تر عربی کی ترجمہ شدہ کتابیں خصوصاً ان کی علمی تصانیف رہیں یورپ کی درسگاہوں پر عربی علوم کا اس درجہ تسلط تھا کہ فلسفہ میں بھی جس میں عربوں نے زیادہ ترقی نہ کی تھی۔ انھی کی تصانیف پر دار و مدار تھا، تیرھویں صدی کی ابتدا سے یورپ کی درسگاہوں میں ابن رشد ہی کا فلسفہ رائج تھا، ۱۴۷۳ء میں جب لوئی یازدھم نے نصاب تعلیم مرتب کیا تو حکم دیا کہ فلسفہ میں ابن رشد اور ارسطو کی کتابیں پڑھائی جائیں، اٹلی کی درسگاہوں میں عربوں کی تصانیف کی وہی قیمت تھی جو نشاۃ ثانیہ کے بعد یونان و روم کی ہو گئی تھی۔

مسلمانوں کی ان کامرانیوں کا اعتراف کرتے ہوئے، پی۔ سی۔ اسکاٹ لکھتا ہے کہ اس میں کسی طرح کا شک و شبہ نہیں کہ زمانہ حال کی سائنس ہر چیز میں اہل عرب کے دل و دماغ کا احسان مند ہے انکی عالی مرتبت سائنٹفک تحقیقات بمنزلہ طبیعت ثانیہ کے تھی، حکومت کے ہر شعبہ میں زندگی کے ہر درجہ میں اور علم کی ہر شاخ میں، اسی کا دور دورہ تھا انتہا یہ ہے کہ دین مقدس کی چہار دیواری بھی اس سے محفوظ نہیں رہی، آٹھ سو برس کامل، علم و ادب کی اشاعت اور تجربات و اکتشافات میں انہماک اہل عرب کی درخشندہ خصوصیات اور بادشاہان اسلام کے روشن ترین امتیازات رہی ہیں اور موجودہ تہذیب و تمدن کا وجود انہی کی مساعی شاقہ کا نتیجہ ہے، اس کے باوجود اگر یہ تہذیب و تمدن ان کا شکر گذار نہ ہو تو یہ احسان فراموشی کی بات نہ ہوگی

مذکورہ بالا اعتراف سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں نے علوم و فنون کے حصول میں کتنی جد و جہد کی انہوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ وہ اسی صورت میں قابل اعتنا ہو سکتے ہیں جب وہ ان علوم میں فائق ہوں انہوں نے دینی علوم کے ساتھ دنیاوی علوم میں بھی دنیا کی رہنمائی کی اور سرخروئی حاصل کی اور عہد وسطیٰ کو وہ روشنی دی جس نے اس کو دور جدید میں پہونچنے میں مدد کی اور اس کیلئے اساس فراہم کی۔ یہ صحیح ہے کہ اس وقت زمام اقتدار مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی اور وہ سیاسی طور پر بھی مضبوط تھے اور انہیں ماہرین فن سے بھی فائدہ اٹھانے کا بھرپور موقع ملا۔ اس وقت کی جو قومیں دور جدید میں ترقی یافتہ قوموں کی صف میں داخل ہوئیں وہ اسی راہ پر چل کر وہاں تک پہونچیں ہیں جو مسلمانوں نے اپنے دور عروج میں بنایا تھا اور جن پر وہ صدیوں قبل چل کر چراغ راہ بنے تھے اور اپنی صلاحیتوں کا اس وقت کی دوسری قوموں سے اعتراف کرایا تھا

اگر مسلمانوں کو اس دور جدید میں اپنے وجود کو تسلیم کرانا ہے۔ اور یہ بتانا ہے کہ ان کے دماغ نے یورپ کو نشاۃ ثانیہ کی بنیاد فراہم کی ہے تو انکو اپنی درخشندہ تاریخ سے سبق لینا ہوگا، اور اپنی گمشدہ توانائی و طاقت کی تلاش میں سرگرداں ہونا پڑے گا، اور یہ ثابت کرنا ہوگا کہ وہ اسلاف کے نقش قدم پر چل کر آج بھی اپنی افادیت کو ثابت کر سکتے ہیں اور تعلیمی میدان سے لے کر علمی عملی، تجرباتی اور مشاہداتی مہارت کا ثبوت دے سکتے ہیں انکو اس کے لئے اپنے قدم آگے بڑھانا ہوگا۔ احساس کمتری اور کم ہمتی کا شعار بدلنا ہوگا، اور اپنے اندر کمال کے ساتھ اضافہ و ترمیم کی صلاحیت پیدا کرنی ہو گی،

زندگی ہم نے مر کے پائی ہے

بقیۃ السلف حضرت مولانا محمد احمد پرتاپ گڈھی

یاد دل میں تیری بسائی ہے
حسرت دید رنگ لائی ہے

رٹ تیرے نام کی لگائی ہے
اس سے تسکین دل نے پائی ہے

غیر کی یاد جب بھلائی ہے
تب تیری یاد دل پہ چھائی ہے

باغ دل میں بہار آئی ہے
رحمتیں بے شمار لائی ہے

مرحبا، مرحبا، مبارک ہو
دل میں آج ان کی یاد آئی ہے

جس نے دیکھا وہی ہوا قرباں
واہ کیا شان دلربائی ہے

جام الفت نہیں پیا جس نے
اس میں کیا خاک پارسائی ہے

اس پہ قربان کیوں نہ ہوں جس نے
مئے الفت مجھے پلائی ہے

دونوں عالم نثار کر دے گا
لذت قرب جس نے پائی ہے

میرے دل میں ہے آج کیوں دھڑکن
کیا صبا کچھ پیام لائی ہے

سبز گنبد کے دیکھنے والے
دولت قرب تو نے پائی ہے

میں کہاں اور کہاں دیار حبیبؐ
تیری رحمت ہی کھینچ لائی ہے

مجھ سے راضی ہیں وہ بحمد اللہ
مژدہ لے کر صبا یہ آئی ہے

ذکر ہوتا ہے مدینہ کا
بات یہ میرے دل کو بھائی ہے

دوستو! ہو گیا خدا جس کا
سچ یہ ہے اس کی کل خدائی ہے

یاد میں تیری جو ہوا مشغول
لذت دید اس نے پائی ہے

اس کو حاصل نہ ہوگا چین کبھی
غیر سے جس نے لو لگائی ہے

کلمۂ لا الٰہ الا اللہ
ساز دل سے یہ صدا آئی ہے

اب نہ در آپ کا میں چھوڑوں گا
بات دل میں یہی سمائی ہے

آتش عشق نے جلا ڈالا
زندگی ہم نے مر کے پائی ہے

عمر غفلت میں ہو گئی برباد
میرے مالک تیری دہائی ہے

میں وہ عاصی ہوں، دیکھ کر جس کو
رحمت حق بھی مسکرائی ہے

ہے اشارہ کچھ ان کی جانب سے
اس لئے یہ غزل سرائی ہے

تجھ کو اپنا بنائیں کیوں احمد
ہائے جب تجھ میں خود نمائی ہے

بقیہ: اپنے کو نیلام کی منڈی میں پیش نہ کیجئے

جس کو ہمارے اور آپ کے استاذ مولانا سید سلیمان ندویؒ نے اپنے بعض شاگردوں سے کہا۔ جیسا کہ مولانا اویس صاحبؒ نقل کرتے تھے اور سید صاحبؒ سے ان کے استاذ مولانا شبلیؒ نے کہی تھی۔ بعض لوگ چمک دمک والی تحریر پڑھ کر دھوکا کھا جاتے ہیں۔ "ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیاۃ الدنیا ویشہد اللہ علی ما فی قلبہ" اور شہیدوں کا مذاق اڑاتے ہیں اور کہیں علمائے سلف کا مذاق اڑاتے ہیں، کہیں مفسرین ان کے تیر کا نشانہ بنتے ہیں، لہٰذا مسلک جمہور سے اپنے کو وابستہ رکھیئے اس کا بڑا فائدہ ہوگا۔ اللہ کی خاص عنایت ہوگی۔ اس کی نصرت و برکت ہوگی اور حسن خاتمہ بھی ہوگا۔

یہ باتیں ہیں جن کو میں شاید زیادہ مؤثر طریقے سے نہ کہہ سکا لیکن آپ انہیں حقائق سمجھیں اور یہ مطالعہ اور تجربہ کا ماحصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں ان باتوں تک پہونچا ہوں اور آپ تک بطور امانت اور وصیت منتقل کرتا ہوں۔

۴۔ اور آخری بات یہ ہے کہ علم سے اپنا اشتغال رکھئے اپنے کو کبھی فارغ التحصیل نہ سمجھیئے۔ ہمیشہ نئی کتابوں کا مطالعہ اور پرانی کتابوں کا مطالعہ کرتے رہیئے خواہ آپ کہیں رہیں، قرآن مجید کی تفسیریں۔ حدیث شریف کی شرحیں۔ تاریخ کی کتابیں اور جو کتابیں علم کلام پر اور صحیح عقائد کو پیش کرنے کے لئے صحیح طریقہ پر لکھی گئی ہیں۔ ان سب سے آپ کا ربط رہے اور ان کا ہمیشہ مطالعہ کرتے رہیں۔ اور اپنے مرکز سے برابر تعلق قائم رکھیئے۔

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

بقیہ: شب و روز

کتابوں سے متعلق سوالات کے جوابات دیں اس میں اٹھارہ طلبہ نے حصہ لیا۔ اول، دوم اور سوم آنے والے طلبہ بالترتیب یہ ہیں ۱۔ عارف جمال ۲۔ شفیق الرحمٰن ۳۔ طاہر ہلال۔

ان مقابلوں کے علاوہ بھی طلبہ نے انعامات حاصل کئے، چنانچہ اکیس ۲۱ ایسے طلبہ نے انعام پایا جن کی حاضری ۹۵٪ فیصد تھی اور ششماہی امتحان میں کامیاب بھی تھے، دس ایسے طلبہ نے انعام حاصل کیا جنہوں نے ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء کے سالانہ امتحان میں ۷۵٪ فیصد یا اس سے زائد نمبر حاصل کئے، واضح رہے کہ ان میں سے بعض طلبہ نے ۸۷، ۸۰ فیصد تک نمبر حاصل کئے تھے۔ (ذکی نور عظیم معتمد بزم ادب)

اپنے کو نیلام کی منڈی میں پیش نہ کیجئے!

[بتاریخ ۲۴ فروری ۸۸ء بروز چہارشنبہ بعد نماز مغرب بمقام جمالیہ ہال دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے فارغ ہونے والے طلبہ کے الوداعیہ کے موقع پر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے یہ دلنشین و فکر انگیز تقریر فرمائی جو کسی بھی دارالعلوم میں پڑھنے والے اور وہاں سے فارغ ہونے والے طلبہ کے لئے نشان راہ ہے] عبد الرزاق بھٹکلی نے ٹیپ سے یہ تقریر نقل کی ہے۔

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين وخاتم النبيين محمد وآله وصحبه أجمعين ومن تبعهم بإحسان ودعا بدعوتهم إلى يوم الدين.

اما بعد! میرے رفقاء کار اساتذہ دارالعلوم برادران عزیز اور فرزندان عزیز۔

مجھے سب سے پہلے اپنے اس تأثر کا اظہار کرنا ہے کہ میں نے رخصت ہونے والے بھائیوں کے اردو اور عربی مضامین سن کر خدا کا شکر ادا کیا، اور میں برملا اعلان کرتا ہوں کہ الحمد للہ جو کوششیں کی جارہی ہیں وہ ضائع نہیں ہو رہی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وان لیس للانسان الا ما سعی وان سعیہ سوف یری۔ میں اپنے عزیز رفقاء اور اساتذۂ دارالعلوم کو مبارکباد دیتا ہوں کہ ان کی کوششوں اور دارالعلوم کے فضلاء کی تصنیفات کا نمایاں اثر ان مضامین میں ہے، میں سالہا سال سے الوداعی جلسوں میں شریک ہو رہا ہوں اور کبھی کبھی الاصلاح کی مجلسوں میں بھی شرکت کا اتفاق ہوا ہے، فکری و علمی لحاظ سے بھی، قوت تعبیر اور قوت بیان کے لحاظ سے بھی اور قدرت تحریر اور اسلوب کے لحاظ سے بھی اور زبان و ادب کے لحاظ سے بھی نمایاں ترقی نظر آتی ہے۔ یہ بات بڑی موجب شکر ہے۔ اور میں اپنے عزیز طلبہ کو ان کی ترقی اور ان کی سعادت مندی پر ان کے تعلق اور احترام پر اور ان کے خلوص و محبت پر مبارکباد دیتا ہوں، اور اپنے ان عزیز طلبہ سے معذرت کرتا ہوں جو اپنے مضامین نہیں سنا سکے اور ان کی حوصلہ افزائی کرتا ہوں اور ان کو یقین رکھنا چاہیے کہ ان کی یہ محنت ضائع نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ انہوں نے مضامین تیار کرنے میں جو وقت صرف کیا ہے وہ ان کے لئے ہر حال میں مفید ہے، اس پر زیادہ قلق نہ کریں انکی یہ چیز زیور طباعت سے آراستہ بھی ہو سکتی ہے جو ان کے لئے بطور یادگار ہوگی،

اب میں مختصر وقت میں چند ضروری اور وداعی باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ یوں تو وقت کا کوئی اعتبار نہیں لیکن چونکہ یہ الوداعی جلسہ ہے اسلئے آپ سے میں وہی باتیں کرونگا جو میرے اپنے عقیدے، اپنے تجربے اور اپنے مطالعے کے لحاظ سے ہیں اور میں جنکو آپ کے لئے مفید سمجھتا ہوں، آپ کی محبت آپ کا میرے اوپر حق کے سوا کوئی دوسرا محرک نہیں ہے۔

اب میں آپ سے چار باتیں عرض کروں گا۔ جو حالات حاضرہ سے متعلق ہوں گی۔ اور چار باتیں آپ کی ذات سے متعلق عرض کرونگا

۱۔ حالات حاضرہ سے متعلق چار باتوں میں سے پہلی بات جو اگرچہ بہت بڑی ہے اور میری حقیقت و حیثیت سے بلند ہے مگر اس کے ذکر میں برکت اور حلاوت ہے ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ چند چیدہ اور برگزیدہ صحابہ کرام کی مخصوص جماعت میں تشریف فرما تھے۔ حضرت عمرؓ کو ایسا محسوس ہوا کہ یہ میرے لئے دعا کا وقت ہے اور ان کی طبیعت میں بھی تقاضا پیدا ہوا، جو عارفین میں پیدا ہوا کرتا ہے اور وہ تو سب عارفین سے بڑھ کر عارف تھے انہوں نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ آپ سب آزاد ہیں اپنے لئے بے تکلف دعا کریں اور منہ مانگی مراد مانگیں۔ تو کسی نے کہا کہ اے اللہ اپنے راستہ میں نکلنے کی توفیق دے کہ یہ دولت تیری راہ میں لٹا دوں اور کسی نے کہا کہ بندے کی خدمت کروں، کسی نے کہا کہ اے اللہ اپنے راستہ میں نکلنے کی توفیق دے تاکہ میں جہاد کروں اپنا سر کٹاؤں اور تیرے راستہ میں خون بہاؤں اسی طرح تمام صحابہ کرام کی دعائیں منقول ہیں جب حضرت عمرؓ کی باری آئی تو انہوں نے فرمایا کہ میری دعا ہے کہ میرے پاس ابو عبیدہ، سعد بن ابی وقاص طلحہ اور خالد رضی اللہ عنہم اجمعین ہوں اسکے علاوہ اور کئی نام لئے۔ بہرحال یہ سب وہ لوگ تھے جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے بڑی بڑی فتوحات مقدر کی تھیں اور بڑے بڑے کارنامے تقدیر میں لکھے تھے، تو کہا کہ انمیں سے کسی کو کسی محاذ پر بھیجوں اور کسی کو کسی محاذ پر بھیجوں اور ساری دنیا میں ان کے ذریعہ اسلام کا پرچم لہرا دوں اور پوری دنیا اسلام کے زیر نگیں ہو۔

آج سے پہلے اسلام کے مستقبل کے فیصلہ کن محاذ اتنے متعین اور واضح نہیں تھے ابر کہر تھا، کچھ ایسی تاریکیاں تھیں کہ اس وقت متعین کرکے یہ کہنا مشکل تھا کہ یہ چار محاذ ہیں جن کے ذریعہ اسلام اور ملت اسلامیہ ہندیہ کے مستقبل کا فیصلہ ہونا ہے اور اپنے عقیدہ، اپنے پیغام اور اپنے تشخص کے ساتھ باقی رہ سکتی ہے یا نہیں، تو میرا مطالعہ ہے کہ آج سے چند سال پہلے اور خاص طور پر ۱۹۴۷ء سے پہلے یہ محاذ متعین اور واضح نہیں تھے لیکن اسی سیاسی تبدیلیوں انقلاب سلطنت اور اسلام کے خلاف موجودہ مہم اور علمی تجربوں نے اس کو بالکل ایک حقیقت بنا دیا ہے انہیں چار محاذ کا ذکر آپ سے کروں گا جن کے لئے بلند عزائم سپاہیوں اور دینی درسگاہوں کے فضلاء اور دینی تعلیم کے تربیت یافتہ علماء اور مخلصین کی ضرورت ہے۔ اور ان کے لئے اس سے بڑی سعادت نہیں ہو سکتی کہ وہ ان محاذ جنگ میں اپنی صلاحیتوں اپنی توانائیوں اور سرگرمیوں کا اظہار کریں۔

۱۔ ان میں سب سے بڑا محاذ یہ ہے کہ ہماری ملت اسلامیہ کی آئندہ نسل مسلمان رہ جائے اور وہ صرف ذہنی فکری، تہذیبی، اور ثقافتی اعتبار سے نہیں بلکہ اعتقادی ارتداد سے بچ سکے، اس وقت سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ جو لوگ ہمارے مدارس سے فارغ ہوں وہ اس محاذ کو سنبھالیں۔ اس محاذ کا چارج لیں، اور اپنے کو اس محاذ کے لئے وقف کر دیں اور یہ کوشش کریں کہ مسلمانوں کی آئندہ نسل جو ابھی آٹھ دس برس کے بچے یا بارہ پندرہ برس کے نوجوان کی شکل میں ہے اسلام کی اصولی فقہی اور کلامی تعریف پر صادق ہوں اس کے لئے ضرورت ہے اسبات کی کہ قصبے قصبے شہر شہر اور گاؤں گاؤں مدارس و مکاتب اور مساجد کی بنیاد ڈالیں جن میں دینی تعلیم دی جائے اور جہاں ایسا ممکن نہ ہو وہاں صباحی و مسائی درجات ہوں اور جو لوگ جدید تعلیم یافتہ ہیں اور اپنے بچوں کو سرکاری اسکولوں میں بھیجنے کے لئے مجبور ہیں ان کو تعلیم مہیا ہو۔ اگر ان کو ابھی سے بچانے کی کوشش نہیں کی گئی تو ڈر یہ ہے کہ انہیں نوخیز نسل کو آگے چل کر کلامی اور فقہی اعتبار سے مسلمان کہنا صحیح ہوگا یا نہیں۔ یہ توحید و شرک اور کفر و ایمان کا فرق کر سکے گی یا نہیں، رسالت، منصب رسالت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی آخر الزماں اور آپ کی شفاعت کو مانے گی یا نہیں۔ ان الدین عند اللہ الاسلام۔ اور ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ پر اس کا ایمان ہوگا یا نہیں، آپ کے بلند عزائم اور بلند خیالات، آپ کے مطالعے اور پختہ صلاحیتوں پر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں اور اس پر آپ کو مبارکباد دیتے ہیں لیکن اس وقت مسئلہ یہ ہے کہ کون کس محاذ کو سنبھالتا ہے آپ ابھی سے نیت کیجئے ہم اس خطرناک اور نازک محاذ کیلئے سینہ سپر رہیں گے، پھر اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے گا اور اسباب مہیا کرے گا اور آئندہ نسل جو ہماری اور آپ کی اولاد ہوگی اس کو مسلمان رکھنے کے لئے جو بھی کوشش کی جا سکے کی جائے، جو ہاتھ پیر مارے جا سکیں مارے جائیں اور جو آب دیدہ و خون جگر بہایا جائے۔ یہ سب سے بڑا محاذ ہے۔

۲۔ دوسرا محاذ یہ ہے کہ ملت اسلامیہ اپنے ملی تشخص کے ساتھ باقی رہے یعنی یہاں اپنے عائلی قانون، قرآن مجید کے نصوص قطعیہ اور احکام قطعیہ، نکاح و طلاق کے احکام، ترکہ و تعلقات کے احکام پر عمل کر سکے۔ اگر وہ اس پر عمل نہ کر سکے تو بعض وقت وہ ناجائز اور حرام ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ان الذین توفاهم الملائكة ظالمي أنفسهم قالوا فيم كنتم قالوا كنا مستضعفين في الأرض قالوا ألم تكن أرض الله واسعة فتهاجروا فيها فأولئك مأواهم جهنم

بہت سخت الفاظ ہیں اگر خدا نخواستہ یہ وقت آگیا کہ مسلمان یہاں نماز تو پڑھ سکے کلمہ پڑھ سکے، قرآن شریف کی تلاوت کر سکے لیکن وہ قرآن مجید کے عائلی احکام پر عمل نہ کر سکے پھر اس وقت علماء کو یہ سوچنا پڑے گا کہ وہ ہجرت کا فتویٰ دیں۔ خدا کرے وہ وقت نہ آئے ہم اس زمین پر اپنا حق سمجھتے ہیں۔ یہاں کے اہل بصیرت عارفین ملہم من اللہ اور اپنے عہد کے مخلص ترین بندوں نے اسبات کا اظہار کیا ہے کہ اس ملک سے اسلام مٹنے والا نہیں ہے اور اس ملک کی قسمت میں اسلام لکھ دیا گیا ہے اور اس ملک کے لئے اسلام الاٹ ہو گیا ہے۔ اور تقدیر الٰہی کا فیصلہ ہے کہ اسلام اس ملک میں رہے۔ اسلام اس کی قیادت بھی کر سکتا ہے اور بچا بھی سکتا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے پھر دوبارہ اس کی قیادت مسلمانوں کے ہاتھ میں آجائے۔ اسلئے ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہیں۔ مگر ہمیں واقعات و حقائق کو دیکھ کر اپنی کوششوں کا رخ متعین کرنا چاہئے کیونکہ مسلمانوں کا تشخص روز بروز خطرے میں پڑتا جا رہا ہے اس کے بعد ضرور ہے اللہ تعالیٰ نے شاہ بانو کیس سے گویا ایک غیبی مدد فرمائی ہے جس نے سارے مسلمانوں میں اس خطرہ کے احساس کو بیدار کر دیا جس کے لئے ایک مہم چلائی گئی اور وہ ایک مرحلہ پر کامیاب ہوئی اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جمہوری اور اجتماعی طریقہ پر اتحاد و اتفاق کے ساتھ اور خلوص کے ساتھ جو مہم چلائی جائے وہ ضرور کامیاب ہوگی، حالانکہ فیصلہ سے پہلے یہ پیشن گوئی کرنا بہت مشکل تھا کہ مسلمانوں کے حق میں فیصلہ ہوگا یا نہیں اور ان کا مطالبہ پورا ہوگا یا نہیں۔ لیکن اللہ کے چند مخلص بندوں نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت و رہنمائی سے قرآن مجید کی روشنی اور تاریخ کے تجربہ پر صحیح طریقہ اختیار کیا تو انہیں کامیابی ہوئی۔

۳۔ تیسرا محاذ پیام انسانیت کا ہے۔ ہم اس ملک میں اس طرح رہیں کہ اپنے دین کو باقی رکھنے کے لئے بھی، اپنے دین پر عمل کرنے کے لئے بھی، اپنے اداروں اور مرکزوں کو محفوظ رکھنے کے لئے بھی دعوت کا کام کرنے کے لئے بھی، تعلیم و تالیف کا کام انجام دینے کے لئے بھی بامقصد اور باعزت زندگی گذارنے کیلئے اپنے مخصوص عقائد کے ساتھ اپنے پیغام و مقام کے ساتھ اس ملک میں زندگی گذار سکیں۔ اس کیلئے ضرورت ہے کہ فضا معتدل ہو، مشتعل اور آتشگیر نہ ہو ورنہ کسی وقت بھی ساری کوششوں پر پانی پھر سکتا ہے۔ بہت کم لوگ اس کی ضرورت و اہمیت کو محسوس کرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ چند آدمی کے ذہنوں کی اپج ہے یا ان کا ذاتی رجحان ہے جو کسی وجہ سے پیدا ہو گیا ہے۔ آپ یقین مانئے کہ حالات کے حقیقت پسندانہ اور علمی مطالعہ نے میری رہنمائی کی ہے جیسے اور رفقاء کو اسی مطالعہ نے مجبور کیا کہ وہ کوشش کریں، حالانکہ اس کوشش کا تناسب واقعات کے لحاظ سے کچھ بھی نہیں۔ اگرچہ یہ وہ مجمع نہیں ہے جس کے سامنے کہنے سے یہ سمجھوں کہ بات تحریک کی شکل اختیار کرے گی، لیکن کیا تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے وہ کام لے۔ لہٰذا آپ اسکو بھی یاد رکھئے اور باہمی اعتماد ایک دوسرے کا احترام ہمارے اندر پیدا ہونا چاہئے۔ اسپین کا المیہ جو پیش آیا اس پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اسمیں ایک بات بہت نازک یہ ہے کہ وہاں علوم دینیہ کی بھی خدمت کی گئی اور وہاں خدا تک پہونچنے کے لئے ایسے ایسے مجاہدے ہوئے جن سے چوٹی کے اولیاء پیدا ہوئے۔ بعض لوگوں نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ مشرق اگر انبیاء کی سرزمین ہے تو مغرب اولیاء کی سرزمین ہے، شیخ اکبر محی الدین ابن عربی جیسے جلیل القدر مشائخ پیدا ہوئے۔ اسی طرح سے فنون لطیفہ کو بھی وہاں بہت ترقی ہوئی اندلس کا ایک مستقل ادبی دبستان ہے اس کو المدرسۃ الاندلسیۃ کہتے ہیں۔ اسی طرح چوٹی کے مصنفین پیدا ہوئے۔ موافقات کے مصنف علامہ شاطبی پیدا ہوئے۔ ابن عبدالبر پیدا ہوئے۔ ایسے ہی بہت سی کتابوں کے مصنف پیدا ہوئے اور موطا کی ایسی شرحیں لکھی گئیں۔ لیکن ایک چیز سے اغماض برتا گیا وہ یہ کہ وہاں کی اصل آبادی کو جو آٹے میں نمک کے برابر تھی اپنی پوری سلطنت و اقتدار کے باوجود سنجیدگی کے ساتھ اسلام سے مانوس کرنے اور اسلام کے دائرے میں داخل کرنے کی کوشش نہیں کی گئی اس لئے کہ اقتدار میں اکثر یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ ہمارے نام اس زمین کا پٹہ لکھ دیا گیا ہے یہ سلطنت کے فرامین میں یہ لفظ ملتا ہے کہ "دولت ابد قرار" - یعنی ہم براہ راست حضرت اسرافیل کو اس ملک کا چارج دیں گے اور اس وقت تک کوئی خطرہ نہیں ہے یہ اس کا غلط خیال تھا۔ اس پھیلی ہوئی آبادی کو اپنے حال پر چھوڑ دینا اور اسکے جذبات کو غلط تعلیم کے ذریعہ، غلط تاریخ کے ذریعہ اپنی اخلاقی کمزوریوں کے ذریعہ اس سے بڑھ کر مقابل سیاسی تحریکوں کے ذریعہ نشو و نما پانے کا موقعہ دینا بہت خطرناک ہے۔

ہندوستان میں تو یہ عنصر زیادہ واضح طور پر ہے مسلمانوں نے ہندوستان پر آٹھ سو سال تک علی الرغم حکومت کی ہے اور جب اخیر میں تصادم اور متضاد سیاسی تحریکیں چلی ہیں، اور انہوں نے غیر مسلموں کے دلوں میں بڑے بڑے ناسور پیدا کر دیئے ہیں، اب اسکو پیام انسانیت کے ذریعہ ہی ختم کیا جا سکتا ہے اسکو میں نے بہت اختصار سے بیان کیا ہے اس پر پورا لٹریچر تیار ہو گیا ہے آپ اس کا مطالعہ کریں۔

۴۔ چوتھا اور آخری محاذ علوم دینیہ کے بقا کی کوشش کرنا اور زمانہ کے ساتھ ان کو تطبیق دینا۔ اسطرح نہیں کہ زمانہ کے تابع ہوں بلکہ زمانہ کے جائز اور واجب تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اور اس کی زبان و ادب کی رعایت کے ساتھ علوم دینیہ کو زندہ رکھنے اور اپنا کام کرنے اور زمانہ کا نہ صرف ساتھ دینے بلکہ اس کی قیادت کرنے کے قابل بنائیں۔ اس کے لئے عربی مدارس تو ریڑھ کی حیثیت رکھتے ہیں انکو ترقی دیں اور ان کے لئے اساتذہ تیار ہوں، ندوۃ العلماء کے ملحق مدارس کو اپنی پچاس ساٹھ سے متجاوز تعداد ہونے کے باوجود اساتذہ نہیں ملتے تو آپ اس کیلئے بھی تیار ہوں، نئے مدارس قائم کریں، علوم دینیہ میں نئی زندگی اور تازگی پیدا کریں صرف یہ نہیں کہ آپ فرسودہ چیزوں کو فرسودہ اور بوسیدہ چیزیں سمجھ کر پڑھائیں بلکہ ان میں نئی روح و نئی توانائی پیدا کریں، تصنیفات نئی ہوں، نئی تشریحات ہوں، نئی ترجمانی ہو، نئی قوت تدریس ہو، نیا ذوق تعلیم ہو اور نئی ذہنی صلاحیت اور اس کے ساتھ ذکاوت، حافظہ اور مطالعہ کی وسعت ہو۔ یہ چار چیزیں جو میں نے بہت ہی اختصار سے بیان کی ہیں ان کی طرف توجہ کرنا نہایت ضروری ہے۔

اور اب وہ چار چیزیں بیان کرتا ہوں جو آپ کی ذات سے متعلق ہیں۔ انہیں آپ سرسری نہ سمجھئے گا یہ ہزاروں صفحات کے مطالعہ کا نچوڑ ہے اگرچہ خودستائی ہے اور اسمیں کوئی فضیلت نہیں ہے محض اپنی بات میں اہمیت پیدا کرنے کیلئے کہتا ہوں کہ بہت کم لوگوں کو علمائے سلف اور علمائے معاصرین اور درمیانی دور کے علماء خاص طور پر ہندوستان کے علماء کے تراجم پڑھنے کا موقعہ ملا ہوگا جتنا مجھے ملا اور اس کے خاص اسباب تھے کیونکہ میں ایک تاریخی ماحول اور مؤرخین کے گھرانے میں پیدا ہوا اور گھر میں سارا خزانہ موجود تھا۔ "نزہۃ الخواطر" جس میں ساڑھے چار ہزار سے زائد علمائے ہند کے تراجم ہیں اس کو میں نے کئی بار پڑھا۔ مسودہ کے مرحلہ سے لیکر طباعت کے بعد تک ہر مرحلہ میں کئی بار پڑھتا رہا۔ اسی طرح "وفیات الاعیان" اور طبقات کی جو کتابیں ہیں پڑھیں علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے بزرگوں کی خدمت میں رہنے کا موقعہ بھی عنایت فرمایا۔

۱۔ سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ درست ہو۔

کسی درجہ میں تقویٰ، دیانت داری اور تعلق مع اللہ ہو یا اس کی فکر ہو۔ یہ ایسی بنیادی بات ہے جس کے بغیر نہ کسی کام میں برکت ہوتی ہے نہ حرکت اور ایسا حقیقی نفع اسی وقت ہوگا جب خدا اور رسول کے ساتھ معاملہ درست ہو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ سب کے سب شب بیدار بن جائیں صوفی اور عارف باللہ ہو جائیں یہ ہر شخص کیلئے ضروری نہیں لیکن جو ضروری حصہ ہے وہ یہ ہے کہ ایک حد تک تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ صحیح ہو اور اسکی فکر ہو۔ اپنی نمازوں کی فکر ہو دعا کا ذوق ہو اور انابت الی اللہ کسی نہ کسی درجہ میں ضرور ہو۔ یہ سب سے اہم اور بنیادی چیز ہے اسے کبھی بھولنا نہیں چاہئے۔ اور اس کے حصول کے بہت سے ذرائع ہیں۔ انمیں سے ایک تو یہی ہے کہ کتاب و سنت اور فقہ کا مطالعہ کریں اور اس کے مطابق اپنی نمازوں کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کریں۔ اس کے علاوہ سب سے مؤثر چیز یہ ہے کہ بزرگان دین کے حالات پڑھیں اور اگر اللہ نصیب کرے تو کسی بزرگ کی صحبت اختیار کریں، میں بے تکلف کہتا ہوں کہ اس

سلسلہ میں سب سے بہتر اور مفید حضرت حکیم الامت مولینا اشرف علی تھانویؒ کی کتابیں خاص طور سے ان کے ملفوظات و مواعظ ایک اچھا اثر رکھتے ہیں، میں نے الحمدللہ ساری ندویت اپنے تمام ادبی ذوق اور تاریخی بلکہ انتقادی ذوق کے ساتھ ان سے فائدہ اٹھایا ہے اور آپ کو بھی مشورہ دیتا ہوں اس سے آپ کو اپنی جاہ طلبی، حب مال اور معاملات میں کوتاہی کا علم ہوگا، اور خاص طور پر اخلاق کی اصلاح اجتماعی کاموں کی اہمیت پر ان کے یہاں بڑا زور دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے خاص طور پر یہ کام لیا ہے۔ آپ اس کی طرف ضرور توجہ دیں، آپ کے اندر اس کی کوئی نہ کوئی مقدار ضرور ہونی چاہئے۔

۲۔ دوسری چیز یہ ہے کہ اسلام کی تاریخ میں خاص طور پر اس کی دعوت و عزیمت کی تاریخ اور اس کی اصلاحی تحریکوں کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ عہد نبوی سے لے کر آج تک علم اور نفع خلائق کا، اصلاح و انقلاب حال کا اور زہد و ایثار کا ساتھ رہا ہے یہ دونوں بالکل ہمسفر ہیں۔ آپ اسلام کی پوری تاریخ کا جائزہ لیں گے تو معلوم ہوگا کہ ان دونوں کا کہیں ساتھ نہیں چھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کے ذریعہ امت کو نفع پہونچایا اور کسی بڑے فتنے سے محفوظ فرمایا ان میں سب سے بڑا فتنہ ردت کا فتنہ تھا، اور دوسرا فتنہ خلق قرآن کا تھا جیسا کہ بعض لوگوں نے کہا ہے۔

نصر اللّٰہ ھذہ الأمۃ — یا —
اعان اللّٰہ ھذہ الامۃ بابی بکر — الصدیق یوم الردۃ و باحمد بن حنبل یوم الفتنۃ۔ اور اس کے بعد جو فلسفے کے حملے تھے جن کے مقابلہ کے لئے جو لوگ آئے، امام غزالی ہوں یا امام ابو الحسن اشعری ہوں پھر اس کے بعد جو فتنے تھے ان کے مقابلہ کے لئے امام ابن تیمیہ وغیرہ آئے، پھر ہندوستان میں صوفیائے کرام جنہوں نے مادیت و غفلت اور سلطنت کے اثر سے جو جاہ پرستی، طاقت پرستی، دولت پرستی اور نفس پرستی پیدا ہو رہی تھی اس کو روکا پھر اس کے بعد غیر مسلموں کے اثر سے اسلامی معاشرے میں جو بدعات، مشرکانہ عقائد داخل ہو گئے تھے اور وحدۃ الوجود کا جو اثر فلاسفہ اور صوفیوں سے لے کر آیا، اور شعراء تک کے دماغوں میں سرایت کر گیا تھا۔ اس کے مقابلہ کے لئے حضرت مجدد الف ثانیؒ آئے، پھر اس کے بعد قرآن مجید کے براہ راست مطالعہ اور حدیث سے اشتغال ہونے کی وجہ سے جو ایک عجمی جاہلیت ہندیہ اور مقامی اثرات تھے اور اتباع سنت کا ذوق جو کم ہو گیا تھا اور عقیدہ میں رخنہ پڑ گیا تھا اس کے سدباب کیلئے شاہ ولی اللہ اور ان کے اخلاف و خلفاء کو اللہ تعالیٰ نے تیار کیا۔ غرض کہ پوری تاریخ بتلاتی ہے کہ اصلاح کا کام، عزیمت کا کام اور سطح سے بلند ہو کر امت کے نفع کا کام اور زہد و ایثار دونوں میں اللہ تعالیٰ نے کوئی فطری اور طبعی رشتہ قائم کر دیا ہے جو اسلام کی پوری تاریخ میں ٹوٹنے نہیں پایا۔ اسلئے میں آپ سے صاف کہتا ہوں کہ اس کے لئے بھی آپ اپنے کو تیار کریں کیونکہ دوسری قوموں میں بھی کوئی کام زہد و ایثار کے بغیر نہیں ہوا ہے۔ اگرچہ ان کا مزاج الگ، ان کے نتائج مختلف اور ان کے احکام بھی دوسرے ہیں اسلئے آپ اپنے کو ارزاں فروشی سے بچائیں صرف دولت دنیا کو اور عہدوں کو اپنا مطمح نظر نہ بنائیں، جہاں سے کام آجائے مانگ آجائے اور امید ہو جائے بس آپ آنکھ بند کر کے چلے نہ جائیں۔ اور زہد و ایثار سے کام لیں، اسی زہد و ایثار کی دعوت سے قرآن مجید بھرا ہوا ہے اس وقت میں نہ استیعاب کر سکتا ہوں اور نہ آپ کو ضرورت ہے۔

پوری تاریخ شاہد ہے کہ زہد و ایثار سے جو حقیقی آسودگی اور صحیح عزت حاصل ہوتی ہے وہ کہیں نہیں حاصل ہوتی اور یہی اصل مقصد ہے جو لاکھوں کروڑوں روپئے کے مالک کو بھی حاصل نہیں ہے وہ ایک لقمہ کو حلق سے اتارنے کے لئے بعض اوقات ترستے ہیں، ہنری فورڈ کہتا تھا کہ میری ساری دولت لے لو اور میرا ہاضمہ درست کر دو، اور اس قابل بنا دو کہ میں کچھ کھا پی سکوں۔ حقیقی عزت کا سہولتوں اور عزت کے ساتھ پیدا ہونا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہوتا ہے۔ اگر غیر مناسب بات نہ ہوتی تو میں بتاتا کہ میں اور میرے بعض رفقاء کو محض بزرگوں اور اپنے مربیوں کے فیض سے اور جو کتابوں میں پڑھا تھا اس کے اثر سے اللہ نے بچایا تو آج ہم اس قابل ہیں۔ ورنہ معلوم نہیں کسی یونیورسٹی یا کسی کالج میں ریٹائرڈ ہیڈ ہوتے اور تھوڑی بہت پنشن وغیرہ جو ملتی ہے ملتی ہوتی اور اپنے قصبہ میں بیٹھے دن گذار رہے ہوتے، لیکن ہمیشہ ایسے موقعوں پر بزرگوں کے واقعات سامنے ہوتے ہیں۔ ان میں سے میں مولینا عبدالرحیم صاحب کی صرف ایک مثال پیش کرتا ہوں جس کی نظیر شاید مشکل سے ملے گی۔

والد صاحب مرحوم نے "نزہۃ الخواطر" کی آخری جلد میں مولینا نجم الغنی صاحب رامپوری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مولینا عبدالرحیم صاحب معقولات کے اور ریاضیات کے بہت بڑے ماہر تھے۔ وہ قدیم درس پڑھاتے تھے اور انہیں ریاست رامپور سے پندرہ یا بیس روپئے ماہانہ ملتے تھے۔ ان کی اپنے فن میں قابلیت کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی جب بریلی میں پہلی مرتبہ کالج قائم ہوا ہے تو اس کے پرنسپل مسٹر ہاکنس نے ان کو آفر (پیش کش) کیا کہ آپ بریلی کالج میں آئیے اور دو سو روپئے آپ کی تنخواہ ہوگی تو انہوں نے بڑی سادگی سے جواب دیا کہ میرے پندرہ روپئے بند ہو جائیں گے۔ مسٹر ہاکنس نے کہا کہ آپ ریاضیات کے اتنے بڑے ماہر ہیں لیکن پندرہ اور دو سو روپئے میں فرق نہیں سمجھتے۔ پھر انہوں نے جواب دیا کہ جن لڑکوں کو میں پڑھاتا ہوں ان کی تعلیم ادھوری رہ جائے گی۔ پھر اس نے کہا کہ وہ سب لڑکے یہاں آجائینگے اور سبھوں کا اسکالرشپ مقرر کر دیا جائیگا انہوں نے جواب دیا کہ ایک بڑی دقت یہ بھی ہے کہ میرے گھر کے سامنے بیری کا ایک درخت ہے جس کے تازہ پھل سے صبح صبح ناشتہ کرتا ہوں، وہاں جانے کے بعد اس کا پھل نہیں ملے گا جس کی وجہ سے صحت پر اثر پڑ سکتا ہے۔ پھر اس انگریز نے کہا کہ وہ پھل بھی صبح صبح ڈاک کی گاڑی سے آپ کو مل جائیگا، تو پھر انہوں نے جواب دیا کہ یہ سب ٹھیک ہے لیکن آپ یہ بتائیے کہ کل قیامت میں جب خدا یہ سوال کرے گا کہ تم رامپور چھوڑ کر بریلی اسلئے گئے تھے کہ یہاں پندرہ روپئے ملتے تھے اور وہاں دو سو روپئے ملیں گے تو میں اس کا جواب کیا دونگا؟ انگریز بہرحال انگریز تھا اس نے کہا کہ اسکا میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے،

میرے عزیزو! میں تم سے صاف کہتا ہوں کہ ایسی مثالیں پھر زندہ ہونی چاہئیں، اللہ کا فیصلہ ہے اور اس کی سنت ہے، سارے آسمانی صحیفے بتاتے ہیں، انبیاء علیہم السلام کی سیرت سے معلوم ہوتا ہے اور مصلحین کی تاریخ بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جو بہت سکون قلب اور روحانی سرور عطا فرماتا ہے اور اس کے ساتھ جو برکت ہوتی ہے وہ سب زہد و ایثار پر موقوف ہے۔ اور اب پھر وہ دور آگیا ہے خاص طور سے ہندوستان کے حالات اس زہد و ایثار کے طالب ہیں۔ یہ بہت بری روایت شروع ہو گئی ہے کہ جہاں زیادہ پیسے ملیں، جہاں زیادہ آسودگی حاصل ہو، اور جہاں اپنے خاندان کی آسانی سے پرورش کر سکیں وہیں جانا چاہئے۔ یہ بہت بڑی آزمائش ہے۔ اس سے بچنے کی دعا کرنی چاہئے۔

۳۔ تیسری بات جو بہت تجربہ کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ میں نے بھی کتابیں پڑھی ہیں اسلام کے مذاہب اربعہ اور ان سے باہر نکل کر تقابلی مطالعہ کیا ہے، شاید کم ہی لوگوں نے اس طرح کا مطالعہ کیا ہو۔ ان تمام مطالعے کے نچوڑ میں ایک گر کی بات بتاتا ہوں کہ جمہور اہل سنت کے مسلک سے کبھی نہ ہٹئے گا اس کو لکھ لیجئے، چاہے آپ کا دماغ کچھ بھی بتائے، آپ کی ذہنیت آپ کو کہیں بھی لے جائے، کیسی ہی قوی دلیل پائیں، جمہور کے مسلک سے نہ ہٹئے۔ اللہ تعالیٰ کی جو تائید اس کے ساتھ رہی ہے جس کے شواہد و قرائن ساری تاریخ میں موجود ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو اس دین کو باقی رکھنا تھا اور باقی رہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی اصلی حالت پر قائم رہے، ورنہ بدھ مذہب کیا باقی ہے، عیسائیت کیا باقی ہے، عیسائیت کے بارے میں قرآن کا وَلَا الضَّالِّينَ کتنا ایک معجزہ ہی ہے یعنی وہ پٹری سے بالکل ہٹ چکی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے چونکہ اس دین اسلام کے بارے میں فرما دیا ہے۔ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ۔ اور اس کے ساتھ جو تائید ہے۔ جو قوی دلائل ہیں۔ جو سلامت فکر اور سلامت طبع اس کے ساتھ جو ذہین ترین انسانوں کی محنتیں اور غور و خوض کے نتائج ہیں اور ان کا جو اخلاص ہے اور ذہن سوزی ہے وہ کسی مذہب کو حاصل نہیں ہے۔ یہ وہ بات ہے (باقی۔ صفحہ ۳ پر)

مطالعہ کیا... اور کیسے؟

دوسری و آخری قسط

مولانا ابوالعرفان خاں صاحب ندوی
صدر شعبہ دینیات دار العلوم ندوۃ العلماء

جو ان کے مکمل ہیں جس کو اجزاء تکملہ یا اجزاء مقومہ کہتے ہیں اس کی بصیرت جب آپ کو پیدا ہو جائے گی تو آپ کی قوت مطالعہ بلکہ قوت مشاہدہ بہت بڑھ جائیگی آپ اگر اپنے کو پابند کئے ہوئے ہیں یاد کرنے کا کہ کتاب میں کیا ہے تو یہ بھی ایک درجہ ہے لیکن وہ درجہ آپ کو آگے نہیں بڑھا سکتا ہے جب تک کہ آپ خود نہ بڑھیں اور یاد رکھیے جب آپ خود سوچیں گے تو وہ چیز قطعاً آپ کی ہو جائے گی، آپ کی فکر کا جزء، آپ کی ثقافت کا جزء آپکے چہرہ سے معلوم ہوگا کہ آپ اس فن کو جانتے ہیں۔ ذراسی گفتگو سے پتہ چل جائے گا کہ ہاں اس موضوع پر آپنے کتابیں پڑھی ہیں لیکن اگر آپنے اپنے اس علم سے واقفیت کتابوں تک محدود کر دی اور اس پر آپنے غور نہیں کیا کہ ہمیں خود سوچنا چاہیئے کہ کیا ہونا چاہئے تو آپ کو مہارت اور اس فن میں استادیت کا درجہ نہیں مل سکتا ہے لیکن ساری بنیاد اصل میں یہ ہے کہ آپ کا عمل کتنا ہوتا ہے یہی سب کچھ ہے۔

سوچنے والی بات اور بہت سوچنے والی بات یہ ہے کہ جو ہمارے کبارِ اسلاف اور کبارِ محققین گذرے ہیں ان کے پاس تو ہر فن پر اتنی کتابیں نہیں تھیں جتنی کتابیں اس زمانہ میں ہیں اور بعض مرتبہ سرے سے کتاب ہی نہیں ہوتی تھیں اس کے باوجود کیا بات ہے کہ وہ بہت ماہر اور درجۂ اجتہاد پر فائز ہوئے۔ اور وہ اس درجہ پر پہونچے کہ ان کی کتابیں مستند ہو گئیں۔ آج جو سہولتیں موجود ہیں کسی فن پر کتابوں کا جو انبار ہے اور ہر زبان میں، اردو میں، فارسی میں، عربی میں بھی ان سب کے ہوتے ہوئے کیا بات ہے کہ ہمیں نہیں آتا۔ کیا اللہ تعالیٰ نے کوئی ایک فاصل زمانہ میں مقرر فرمایا تھا کہ اس زمانہ تک جب لوگ پڑھیں گے۔ تو سب آوے گا اسکے بعد نہیں آویگا یا اب غبی لوگ پیدا ہوتے ہیں، پہلے بہت اذکیاء پیدا ہوتے تھے ہم اس کو نہیں مانتے ہیں اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس کا احسان اور اس کا فضل ہر عہد میں یکساں رہا ہے اسلئے بات یہ ہے کہ وہ لوگ سوچتے زیادہ تھے ان کی تفکیر زیادہ تھی، اور یہ تفکیر اس موضوع کو اس بحث کو اور اس فن کو ان کا بنا دیتی تھی وہ ان کا ہو جاتا اور اس پر ان کو قدرت ہو جاتی تھی وہ اب کتاب کے محتاج نہیں رہتے تھے بلکہ وہ اس منزل میں آجاتے تھے کہ کتابیں ان کے ہاتھ سے لکھی جائیں اور وہ سند بنیں وہ خود سند بن جاتے تھے یہاں تک کہ علوم ایجاد کر لیتے تھے۔ یہ سارے علوم، اصول فقہ ہے، اصول حدیث ہے، علم اسماء الرجال ہے، علم بلاغت ہے، علم نحو ہے، یہ سب کیا ہیں۔ یہ سب ان لوگوں نے ایجاد کر دیا کیوں کہ انہوں نے اس پر تفکیر کی انہوں نے اپنا وقت لگایا۔ اور دوسرے لفظوں میں یہ کہیے کہ دو غذائیں ہوتی ہیں۔ ایک مادی غذا جو پیٹ میں جاتی ہے، پیٹ میں جانے کے بعد وہ اپنا عمل کرتی ہے آپ کو یہ دیکھنا ہے کہ نافع غذا کھائیں اور صحیح طور پر کھائیں اور صحیح وقت پر کھائیں۔ اور معدہ کو تیار رکھیں تو وہ عمل ہوتا ہے اور غذا جزء بنتی ہے ٹھیک یہی معاملہ آپکے علوم اور افکار اور کتابوں کا ہے کہ آپ اس کو جب تک کہ اپنے تفکیری عمل سے اپنی ثقافت کا، اپنے ذہن کا اور اپنی فکر کا جز نہیں بنائیں گے اس وقت تک آپ اسمیں مہارت نہیں پیدا کر سکتے۔ تو یہ چیزیں ضروری ہیں۔ مطالعہ اسباق کا توجہ سے سننا پھر بعد میں مذاکرہ چاہے مذاکرہ کیجئے یا خود دیکھئے لیکن اسکے بعد کا عمل جہاں آپ کتابوں کے ذریعہ سے حاصل کرتے ہیں وہیں اپنے ذاتی مطالعہ سے علم کی مقدار بڑھائی جاتی ہے لوگ ہم سے بہت پوچھتے ہیں کہ صاحب پڑھتے ہیں تو یاد نہیں رہتا اول تو اس میں تھوڑی سی غلط فہمی ہے اس کو سمجھ لیجئے پانچ سو صفحے کی کتاب اگر آپ پڑھیں گے تو آپ بالکل یہ توقع نہ رکھئے کہ اس کتاب کے آپ کو پورے پانچ سو صفحے یاد ہو جائیں اور اس کا ایک ایک جزء آپ کی ثقافت کا جزء بن جائے، یہ کیسے ہو سکتا ہے ایک ہی مرتبہ پڑھنے سے آپ کی ثقافت کا جزء بن جائیگا۔ ایں خیال است و محال است و جنوں اگر ایسے ہی ہو تو نفس مرد آپ کو کامیاب بنا دیتا۔ تو اس زمانہ میں کتابوں کی کثرت کی وجہ سے مطالعہ کرتے جائیے قابل ہوتے جائیے۔ لیکن ایسا ہوگا نہیں۔ کتنے لوگوں کو میں نے دیکھا ہے کہ مطالعہ میں ہر وقت لگے رہتے ہیں اور جب ان سے اس فن کی چیز پوچھئے تو خاموش کیوں؟ انہوں نے حروف پڑھ لئے، امین آباد میں ٹہل لئے اور ہر چیز دیکھ لیا اور بہت خوش ہوئے کہ فلاں دکان پر فلاں چیز اچھی ہے لیکن کسی چیز کو اپنایا نہیں۔ اپنائیے۔ دس ہزار روپئے لے جائیے اور خرید لیجئے تب چیز آپ کی ہوگی۔ یہ تو مادی چیزوں میں ہے۔ لیکن علوم میں آپ اس پر فکر لگائیے، اور اپنی محنت لگائیے اسی کا نام محنت ہے مادی محنت نہیں فکری محنت دیکھئے وہ چیز آپ کی کیوں نہیں ہوگی قاعدہ یہی ہے

دوسری بات اور بھی ہے یہ تو وہ شخص کہتا ہے جو سب کتاب سمجھ لیتا ہے اور اصل معاملہ تو یہ آگے پڑتا ہے کہ آپ پانچ سو صفحے کا اگر مطالعہ کریں تو ضروری نہیں ہے کہ آپ کو ہر سطر اور ہر صفحہ سمجھ میں بھی آجائے بعض مرتبہ یہ خیال بھی بہت حائل ہوتا ہے کہ سمجھ ہی میں نہیں آتا ہے کتاب کیا پڑھیں درسی کتب کے پڑھنے میں تو ضروری ہے کہ آپ سمجھیں، لیکن مطالعہ کیلئے ضروری نہیں ہے جو حصہ آپ کی سمجھ میں نہ آئے اس کو ذرا سا توجہ دیکر سمجھنے کی کوشش کیجئے، اور اگر جب بھی نہ آوے تو گذر جائیے، اس کو صرف پڑھ کر گذر جائیے، یہ نہ کہیے کہ وہ صفحہ پلٹ دیجئے پڑھئے ضرور پڑھ کر گذر جائیے۔ آپ کو حیرت ہوگی، دیکھئے میں آپ کو ایک قصہ بو علی سینا کا سناتا ہوں۔ بو علی سینا کہتا تھا کہ جب میں نے فلسفہ کی الٰہیات پڑھنا شروع کیا تو کتابیں میری سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ اب میں نے سمجھ لیا کہ میں تو کچھ جان ہی نہیں سکتا ہوں، لیکن پڑھتا تھا اسلئے الفاظ یاد تھے سب جملے یاد تھے بہت ذہین آدمی تھا، ضروری نہیں ہوتا کہ سب کو یاد ہو۔ لیکن چھ سات کتابیں اس موضوع پر پڑھی ہوں گی۔ تو الفاظ یاد رہے، جملے یاد رہے لیکن کتاب کا مفہوم نہیں سمجھا تھا۔ کہنے لگا ایک مرتبہ میں جا رہا تھا تو ایک شخص کتابیں بیچ رہا تھا۔ فارابی کی کتاب پر نظر پڑی میں نے دیکھا تو اس نے کہا لے لو بڑی عمدہ کتاب ہے میں نہیں لے رہا تھا لیکن تردد کیساتھ میں نے لیا۔ جب میں نے وہ کتاب پڑھی تو وہ جتنے جملے میرے لئے معمہ تھے، ذہن میں محفوظ معمہ بنے ہوئے تھے سب یکلخت حل ہو گئے۔ تو دیکھئے اس کو چھوڑتے نہیں ہو سکتا ہے دوسری کتاب کوئی ایسی آپکو ملے اسمیں آپ کی استعداد اور ذہن کے قبولیت کا کوئی ایسا وقت ہو آپ اس سے وہ بات سمجھ جائیں جو آپ کتاب میں چھوڑ چکے۔ اور مطالعہ کرنے والے کو ایسا ہوتا ہے وہ دوسری جگہ بھی سمجھ لیتا ہے، دوسری کتاب میں اس انداز سے وہ بات آئی اس سیاق و سباق کے ساتھ آئی کہ وہ سمجھ لیتا ہے وہاں جو لکھا ہوا تھا نہیں سمجھ میں آرہا تھا وہ یہ ہے، ایک تو بات یہ ہے کہ اور دوسری بات یہ ہے کہ جب آپ غیر درسی کتاب پڑھ لیتے ہیں تو آپ کتاب بند کر دیتے ہیں کہ پڑھ لیا، لیکن میں آپکو بتاتا ہوں کہ میں یہ نہیں کرتا، کبھی نہیں کرتا۔ اب اسکے بعد میرا دوسرا عمل شروع ہوتا ہے۔ میں اپنا ذاتی عمل بتاتا ہوں۔ یہ سوچتا ہوں کہ کتاب میں کیا لکھا تھا؟ اس عمل سے فائدہ بہت پہونچا ہے، مصنف نے اس بات پر کیا لکھا ہے۔ اور اگر آپ کا مطالعہ کچھ اور ہے تو پھر وہ چیزیں آپ کو اور زیادہ محفوظ رہیں گی اور اس طرح کتاب سے یکسو ہو کر پڑھتے ہوئے پر نظر ثانی کیجئے۔ کہ ہم نے اس کتاب میں کیا پڑھا ہے لیکن ہم یہ جانتے ہیں کہ یہ عمل آپ لوگوں میں سے بہت سے لوگ نہیں کرتے ہیں یا بہت کم کرتے ہیں۔ یہ عمل کر کے دیکھئے آپ کو آسمان و زمین کا فرق نظر آئے گا۔ ایک تو کسی جگہ نہ سمجھنے سے مایوس نہ ہوئیے، اطمینان رکھئے کہ جب آپ اس موضوع پر کوئی اور کتاب پڑھیں گے تو انشاء اللہ رہنمائی مل جائے گی اور دوسری بات یہ ہے کہ جو کچھ آپنے سمجھا ہے اس کو ذہن میں رکھئے کتاب سے الگ ہو کر سوچئے کہ کیا کیا لکھا ہے اس منزل کے بعد ایک دوسری منزل کہ کیا بات صحیح لکھی ہے۔ اور کیا بات غلط لکھی تھی، اس کے بعد آپ نہ طالب علمی کے زمانہ میں ایک کاپی رکھی، نہ کوئی چیز نوٹ کیا جو کچھ رہا دماغ میں رہا کتاب غور سے پڑھ کر چھوڑ دیجئے رکھ دیجئے یا جمع کر دیجئے اسکے بعد ذہن سے سوچ کر کہ اس کتاب کے مباحث کیا کیا تھے وہ آپ نوٹ کر لیجئے، یہ آپ کیلئے مفید ہے، مجھے بھی کرنا چاہئے لیکن میں نے نہیں کیا۔ پھر دیکھئے کہ وہ چیز کتنی بار آپ کے ذہن میں آجائے گی۔ جب آپ دماغ پر بوجھ ڈالیں گے تو آپ کے ذہن کی غذا بنے گی، آپکے فکر کی غذا بنے گی یہ عمل آپ لوگ کرتے نہیں، آپ لوگوں کا معاملہ یہ ہے کہ آپ چاہتے ہیں کہ ہم پانچ سو صفحے کی کتاب پڑھیں تو پانچ سو

صفحہ پورے میرے ذہن میں بیٹھ جائیں ارے ایسا کہیں ہوتا ہے۔ دنیا میں ایسا کہیں ہوا ہے! ارے بھائی آپ بیس جوڑے کپڑے بنواتے ہیں لیکن پہنتے ایک ہی جوڑا ہیں سب تھوڑا ہی پہنتے ہیں مگر سارا مسئلہ ہے محنت و تفکیر کا، چاہے محنت مادی کیجئے کتاب لے کر بیٹھے پڑھئے جیسا کہ درسی تعلیم ہے یا اس پر تفکیر کریں اگر آپ کی یہ محنت نہیں لگی تو وہ چیز آپ کی نہیں ہو سکتی ہے، زندگی بھر نہیں ہو سکتی ہے چاہے آپ ایک موضوع کی سینکڑوں کتاب پڑھ ڈالے جائیے آپ ابتدائی کتاب پڑھیں اور توجہ سے پڑھیں اور بعد میں اس پر خود غور کریں اپنا فکری عمل کتاب سے بے نیاز ہو کر اس پر کریں وہ اس طرح کہ مصنف نے یہ بات صحیح لکھی ہے یا غلط لیکن یہ اس وقت ہوگا جب کہ کسی موضوع پر آپ کا مطالعہ کچھ قابل ذکر مقدار میں ہو۔ جب آپ کا مطالعہ معتدبہ مقدار میں ہو جائیگا تب آپ اس پر عمل کریں اور اس وقت آپ کو خود احساس ہو جائیگا کہ مصنف نے یہ کیا غلط بات لکھدی ہے لیکن شروع میں اگر آپ خود یہ عمل کیجئے گا تو غلط بات ہوگی۔ ایسی صورت میں اگر آپ اصلاح کیلئے بیٹھ جائیں تو فاش غلطی میں مبتلا ہو جائیں گے۔ ابھی آپ حکم لگانے والے کی پوزیشن میں نہ بیٹھئے بلکہ اخذ والی پوزیشن اختیار کریں۔ لیکن اس کو خوب اچھی طرح یاد رکھئے جو ہم نے بنیادی بات کہی ہے بغیر محنت اور تفکیر لگائے آپ چاہے پچاس کتاب پڑھ لیں وہ آپ کی ثقافت کا جزء نہیں بن سکتیں۔ غذا سے کیا فائدہ ہوتا ہے کہ آپکے جسم کا جزء بنتی ہے، لیکن جس وقت وہ غذا آپکے جسم کا جزء بنتی رہتی ہے اس وقت تک تو نہیں پتہ چلتا ہے آپ تو یہ نہیں دیکھتے کہ بن رہی ہے، ایسا نہیں ہوتا ہے وہ آپکے لاشعور میں بنتی رہتی ہے لیکن آپ اچھی غذائیں مناسب غذائیں صحیح وقت پر صحیح مقدار میں کھائیں گے تو دو مہینے کے بعد معلوم ہوگا بہت تندرست ہو گئے ہیں۔ لیکن جس وقت معدہ میں یہ عمل ہوتا رہتا ہے اس وقت تو آپ کو احساس نہیں ہوتا کہ کیا عمل ہو رہا ہے۔ یہی حال معلومات کا ہے معلومات کو صحیح طریقہ سے جب آپ اپنے ذہن میں ڈالیں گے اور اسکو اپنا بنائیں گے تو جس وقت یہ عمل ہو رہا ہوگا کہ وہ آپکی ثقافت کا جزء بن رہے ہیں اس وقت آپ کو نہیں احساس ہوگا۔ لیکن برابر دو مہینے یہی عمل ہوتا رہے تو لوگ کہیں گے ارے بھائی! تم نے کون کون کتابیں پڑھی ہیں تو اس وقت بات نمایاں ہو جائیگی۔ زبان سے نہیں چہرہ سے نمایاں ہو جائیگی۔ چہرہ سے انسان کی صحت و تندرستی اور طاقت و قوت کا اندازہ ہوتا ہے، چہرہ بتائیگا کہ یہ آدمی پڑھا لکھا معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر دو ایک جملہ بول دیں، عام بات بولدیں کسی اور چیز سے متعلق، تو کہیں گے یہ تو پڑھا لکھا آدمی معلوم ہوتا ہے فوراً معلوم ہو جائے گا، آپ تسلسل کیساتھ پڑھتے رہئیے، آپ تسلسل کے ساتھ نافع غذائیں کھاتے رہئے تو دو تین مہینے میں معلوم ہوگا کہ کیا فائدہ ہوا۔

تو پہلی بات یہ ہے کہ بہت لوگ پوچھتے ہیں کہ صاحب کتاب پڑھتے ہیں یاد نہیں رہتی۔ آپ پانچ سو صفحے کی کتاب پڑھیں اور یہ سمجھیں کہ پانچ سو صفحے یاد رہے دیکھئے ایک لفظ جس کو اصطلاح میں آہٹ کہتے ہیں۔ روزمرہ کی مثالوں سے میں آپ کو سمجھا دوں، کسی فن کی جتنی کتابیں اس فن پر لکھی گئی ہیں، سب پڑھنا بہت مشکل ہے خاص طور سے اس زمانہ میں جبکہ علوم و فنون پر کتابیں لکھنے میں ہر شخص ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہا ہے، کہاں تک سب پڑھا جائیگا۔ اس میں آدمی مر جائے گا، ختم ہو جائیگا ایک فن سے فرصت نہیں ملے گی۔ لیکن ایک چیز آہٹ ہوتی ہے۔ آپ کی آنکھ بند کر کے لکھنؤ کے کسی حصہ میں ڈال دیا جائے بشرطیکہ آپ لکھنؤ میں دس پندرہ سال رہ چکے ہوں، تو آپ کو آہٹ مل جائیگی چاہے وہ محلہ آپ نہیں جانتے ہوں کہ شمال ادھر ہے اور ندوہ ادھر ہوگا۔ لکھنؤ میں رہتے رہتے آپ کو ایک آہٹ مل چکی ہے کسی فن سے وابستگی کی وجہ سے وہ چار سال اور وابستگی وہی ذہنی اور فکری وابستگی ہے پہلے اس پر سوچتے رہیں گے کتابیں پڑھتے رہیں گے، اپنی فکر بھی لگاتے رہیں گے، تو آپ کو ایسی آہٹ مل جائیگی کہ ادھر کوئی نئی بات اس فن سے متعلق سامنے آئی ہے۔ تو آپ یہ فیصلہ کر سکیں گے۔ کہ یہ بڑی غلط بات ہے اور بڑے پتہ کی بات ہے یا نئی بات لکھی، اور یہ کہ اس سے دلیل دینا صحیح نہیں ہے۔ یہ سارا احساس آپ لوگوں میں خود بخود پیدا ہوگا۔ مگر بنیادی بات یہ ہے کہ معلومات کو فکر کا جزء بنا لیجئے اس کو ہضم کیجئے، جس طرح معدہ غذا کو ہضم کرتا ہے۔

کسی موضوع پر اس کی ابتدائی مستند کتاب جو مختصر بھی ہو پہلے پڑھ لیں اس سے فن کا ابتدائی ڈھانچہ ذہن میں آتا ہے۔ دیکھئے بغیر ڈھانچہ بنے کچھ بنتا نہیں۔ ڈھانچہ کا مطلب یہ ہے کہ ایک چیز چاروں طرف سے گھیر لی جائے۔ یہ ڈھانچہ بن گیا تو بنیادی باتیں جو اس علم کے مسائل ہیں اور اس کے جو بنیادی قواعد ہیں اور کتابوں میں جس ترتیب سے لکھا رہتا ہے، یہ ترتیب یونہی نہیں ہے۔ وہ ترتیب حقیقت میں بتاتی ہے کہ اس مسئلہ کی وضع صحیح یہ ہے اور اس مسئلہ کا مقام یہ ہے تو وہ ڈھانچہ جب مرتب ہو جائے گا تو پھر آپ مسائل کو الگ الگ جگہ اس ڈھانچہ میں فٹ کر سکتے ہیں، لیکن ڈھانچہ اگر آپکے ذہن میں نہیں ہے اور اس کے قواعد و مسائل اور ابتدائی چیزیں ذہن میں نہیں ہیں تو آپ لاکھ کتاب پڑھ لے جائیے نہیں ہوگی۔ فصول اکبری تک پڑھ جائیے اور صرف کی کتابیں پڑھ لے جائیے، آپکے پلّہ کچھ نہیں پڑیگا۔

ایک چیز اور ہے کہ تاریخ کا مطالعہ کیسے کیا جائے کہ تاریخ کا کوئی ایسا ڈھانچہ نہیں ہے۔ تاریخ کا بھی ایک ڈھانچہ ہوتا ہے پہلے آپ مسلم تاریخ پوری پڑھ لیجئے ہر عہد کی تاریخ آپ بھی پڑھ لے جائیے تاریخ میں اصل تین چار چیزیں ہیں اس کو سمجھنا ہے، سیاسی تاریخ، علمی تاریخ، دینی تاریخ، تمدنی تاریخ اور ایک بات اور بتادیں آپ لوگ سمجھتے ہیں کہ تاریخ دیکھنے کیلئے وہ کتابیں دیکھنی چاہئے جو تاریخ پر لکھی گئی ہیں، ایسا نہیں ہے۔ آپ صوفیاء کے ملفوظات پڑھئے، آپ سفرنامہ پڑھئے، ابن بطوطہ کا سفرنامہ پڑھئے، اسی طرح تاریخ کو سمجھنے کیلئے جغرافیہ کا جاننا بھی ضروری ہے، چاہے تاریخ سیاسی ہو چاہے تاریخ علمی ہو اس کے لئے اس کا جاننا ضروری ہے کہ علاقوں کا جغرافیہ کیا ہے اور تاریخ جاننے کیلئے مثلاً "معجم البلدان" ہے، "تاریخ العباد والبلاد" ہے جو شہروں پر تاریخ لکھی گئی ہے تاریخ بغداد ہے۔ خطیب بغدادی کی، اسمیں بہت سے مواد ملیں گے۔ دوسرے یہ کہ تاریخ صرف سیاسی نہیں ہوتی ہے۔ علمی بھی، مذہبی بھی اور تمدنی و معاشرتی بھی ہوتی ہے ان سب کے مجموعہ کا نام تاریخ ہے۔ اور ان سب کیلئے الگ الگ کتابیں ہیں طبقات و تراجم کی کتابیں طبقات و تراجم کی کتابوں میں ابن خلکان کی "وفیات الاعیان" اور سبکی کی "طبقات الشافعیۃ الکبریٰ" ہے اور علامہ عبدالحی حسنی کی "نزہۃ الخواطر" ہے۔ نزہۃ الخواطر ہندوستان کی حد تک ہے لیکن آپ کو اس میں سبھی مل جائیں گے، رجال و اشخاص علمی بھی، سیاسی بھی، دینی بھی سب رجال اور یہی حال تاریخ ابن خلکان کا ہے۔ علوم و فنون کی تاریخ میں جو بنیادی کتابیں ہیں ایک تو شہرزوری کی "تاریخ الحکماء" ہے بیہقی کی "تاریخ الحکماء" ہے اور اس سے بڑھ کر فہرست ابن ندیم ہے اور حاجی خلیفہ کی "کشف الظنون" ہے قفطی کی "تاریخ الحکماء" ہے اور ابن ابی اصیبعہ کی "تاریخ الاطباء" ہے "الثقافۃ الاسلامیۃ فی الہند" ہے۔ یہ علوم و فنون کی تاریخ جاننے میں آپ کے لئے معاون ہونگی۔ اور ایسی کتابیں تو بیشمار ہیں۔ میں آپ لوگوں سے تفصیل سے کہاں تک بیان کروں۔

عام ثقافت پیدا کرنے والی کتاب علوم دینیہ میں امام غزالی کی "احیاء العلوم" ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے مجموعۂ فتاویٰ اور بہت سی دوسری کتابیں ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی "منہاج السنۃ" ہے جو رد شیعیت میں ہے، لیکن رد شیعیت مناظرانہ انداز میں نہیں علمی انداز میں ہے۔ اس لئے اس میں بہت علوم ہیں۔ شاہ ولی اللہؒ کی فارسی زبان میں "ازالۃ الخفاء" ہے۔ یہ عام دینی اور عام تو ثقافت پیدا کرنے والی ہے یا امام رازی کی کتاب تفسیر کبیر ہے جس کا نام انہوں نے "مفاتیح الغیب" رکھا ہے وہ تو آپ لوگوں کیلئے بنا بنا مشکل ہوگا اسلئے کہ اسمیں انہوں نے کوئی علم نہیں چھوڑا۔ نہ علم نحو، نہ علم صرف، نہ علم بلاغت نہ علم معانی، نہ علم کلام، نہ علم فقہ کوئی علم نہیں چھوڑا۔ سب اسمیں ہیں اگر کوئی شخص محنت سے اس کو پڑھ لے تو بڑا عالم آدمی بن جائیگا۔ امام ابوالحسن اشعری کی کچھ کتابیں ہیں وہ پڑھ لینا چاہیے، کتاب الابانہ ہے یہ کتاب بہت آسان انداز میں لکھی گئی ہے۔ وہ بہت مفید ہے آپکے عام ثقافت پیدا کرنے کیلئے بھی بہت سی کتابیں ہیں مثلاً جاحظ کی کتابیں، ابن قتیبہ دینوری کی کتابیں۔ اسی طرح "صبح الاعشیٰ" ہے۔ اور "الامالی" ہے۔ یہ کتابیں بہت مفید اور علمی سطح کو بلند کرنے والی ہیں۔ اور اس سے آپکے علم میں استحکام پیدا ہوگا لیکن سب سے بنیادی شرط جو ہے وہ یہ ہے کہ آپ کچھ خرچ کرنے کیلئے تیار نہیں۔ آپ درجہ میں بیٹھتے ہیں تو آپ کا دماغ اور ذہن دوسری جگہ ہے۔

بقیہ: صـ ۱۵ پر

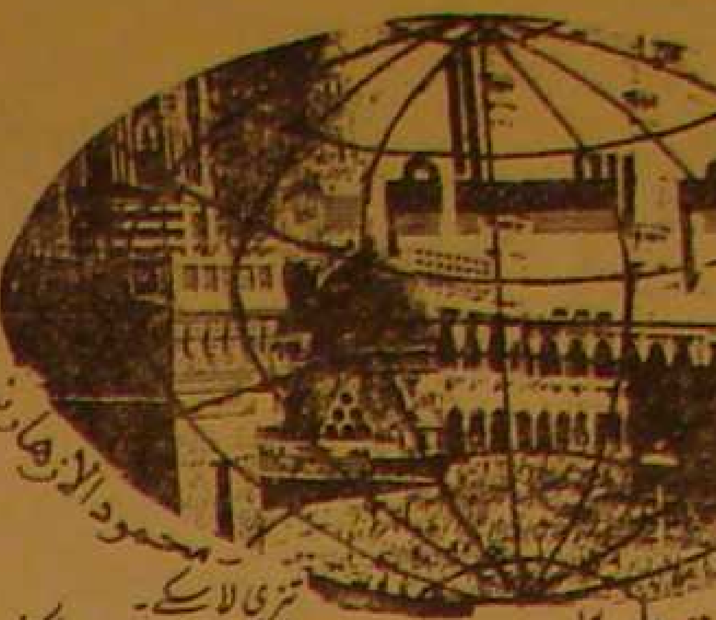

محمود الازہار ندوی

سرور کائنات کی حیات طیبہ پر انسائیکلوپیڈیا

سیرت فاؤنڈیشن لندن نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اوران کی دعوت پر منحصر ۲۵ جلدوں میں ایک انسائیکلوپیڈیا شائع کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔

اس سلسلہ میں ابتدا کی ۵ جلدیں شائع ہوچکی ہیں، یہ بات فاؤنڈیشن کے سکریٹری جنرل پروفیسر افضال الرحمن نے اخبار نویسوں کو لاہو میں بتائی۔

اس انسائیکلوپیڈیا کی اشاعت کے لیے ملیشیا، سعودی عرب، انڈونیشیا اور دیگر مسلم ممالک فنڈ مہیا کر رہے ہیں، پاکستان نے ۵۰ ہزار اسٹرلنگ پاؤنڈ بھیجی اور باقی جلد کے لیے دیا ہے۔

پروفیسر افضال الرحمن نے کہا کہ ماضی میں علماء اور سیرت نگاروں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کو تفصیل سے بیان کرنے کی کوشش کی لیکن صرف ایک یا دو جلدوں اور جگہ کی کمی کی وجہ سے کما حقہ کام نہیں کر پائے لیکن اب یہ ۲۵ جلدیں اس کمی کو دور کردیں گی اور سرور کائنات کی زندگی کے ہمہ جہت پہ روشنی پڑے گی۔

یہ انسائیکلوپیڈیا بین اقوامی اسلامی یونیورسٹی ملیشیا اور اسلامی انسٹی ٹیوٹ ماریشش کے ڈگری کے نصاب میں داخل کرلی گئی ہے۔

افغانستان سے روسی افواج کا انخلا ۹ مہینوں کے اندر

وزیر خارجہ افغانستان کا جنیوا میں اعلان

افغانستان کے وزیر خارجہ مسٹر عبدالوکیل نے جنیوا میں یہ بات کہی کہ افغانستان سے روسی افواج کا انخلاء ۹ مہینوں میں ہو جائے گا۔ پہلے مرحلہ پر تین مہینوں کے اندر آدھی فوجیں پاکستان کی اس خواہش کے پیش نظر واپس ہوجائیں گی کہ وہ افغانستان میں اپنی خواہش کی تکمیل کی پیش رفت میں تیزی لاسکے۔

افغانستان کے وزیر خارجہ کی پیش کش مجاہدین افغان کو مغربی ممالک سے ملنے والی مالی امداد اور اسلحہ کی فراہمی میں کمی کردینے سے مربوط اور متعلق ہے، اور مسٹر عبدالوکیل کا یہ بیان اس لحاظ سے مثبت اور تعمیری ہے تاکہ متحدہ اقوام کے زیر اہتمام جنیوا میں ہونے والے بالواسطہ مذاکرہ میں معاون ثابت ہو۔

مسٹر عبدالوکیل نے جنیوا میں نامہ نگاروں کو بتایا کہ افغانستان کے مسئلہ کے معاملے میں بین ملکی تعلقات کی راہ پوری طرح ہموار کرلی گئی ہے۔ انھوں نے کہا کہ باقی مسائل بھی اب حل ہوجانے کی توقع ہے اور سمجھوتہ پر دستخط ہوجائیں گے۔

وزیر خارجہ نے کہا کہ جنیوا مذاکرات کی کامیابی کا یہ خوشگوار نتیجہ سامنے آئیگا کہ کابل میں ایک مخلوط حکومت قائم ہوجائے گی تاکہ ملک کا قومی اتحاد سامنے آجائے انھوں نے مزید کہا کہ نجیب اللہ کی حکومت سابق حکومت کے اراکین اور سات پارٹیوں پر مشتمل متحدہ پارٹی کے لیڈر سمیت تمام متعلقہ پارٹیوں اور افراد کی ایک حکومت کی تشکیل کے سلسلہ میں تبادلہ خیال کریں گے۔

افغانستان کے وزیر خارجہ نے یہاں ایک پرہجوم پریس کانفرنس میں کہا کہ تصفیہ اور سمجھوتہ کی راہ میں اب کوئی رکاوٹ نہیں رہ گئی ہے اور گزشتہ ۶ برسوں سے ہونے والی گفت وشنید کی راہ کی تمام اختلافی امور پر بہت حد تک تصفیہ ہو گیا ہے۔

اس سلسلہ میں پاکستانی وفد کے سربراہ اور پاکستان کے قائم مقام وزیر خارجہ مسٹر زین نورانی نے پاکستانی موقف کا اعادہ کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کی خواہش ہے کہ روسی افواج کے انخلا کے ساتھ ساتھ افغانستان میں ایک کثیرالقومی عبوری حکومت قائم ہوجائے۔ انھوں نے کہا کہ ہمیں امید ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ افغانستان کے استحکام اور امن وامان کے پیش نظر سمجھوتہ ہوجائے گا۔ تاکہ ۵۰ لاکھ افغان پناہ گزین خیر وخوبی کے ساتھ وطن واپس ہوجائیں۔ سوال یہ ہے کہ پناہ گزینوں کی واپسی کب تک ہوگی تو اس کا انحصار باہمی سمجھوتہ پر ہے۔

دوسری طرف ہفتہ روزہ نیوٹائمز کو انٹرویو دیتے ہوئے وزیر اعظم افغانستان مسٹر سلطان کشتمند نے کہا کہ افغانستان کے پناہ گزینوں کی وطن واپسی ایک برس کے اندر مکمل ہوجائے گی۔

امریکی وزارت خارجہ کا کہنا ہے کہ جنیوا مذاکرہ کی رفتار میں پیش رفت ہے اور روسی افواج کا انخلا ہوجائے گا لیکن روس مخالف افغان مجاہدین کی امریکی امداد اس وقت تک جاری رہے گی جب تک قابل اطمینان سمجھوتہ نہ ہوجائے۔

متحدہ اقوام کی جانب سے مامور ثالث مسٹر ڈیگو کارڈویز نے کہا کہ سمجھوتہ کی تکمیل کی راہ میں اب کوئی زیادہ اختلافات نہیں رہ گئے ہیں، شرط یہ ہے کہ افغانستان کی روسی افواج کے مرحلہ وار انخلا کے نظام الاوقات کا تعین ہوجائے

دریں اثنا یہ مسئلہ بھی زیر غور ہے کہ سمجھوتہ کی تکمیل کی نگرانی کے لیے کابل کی موجودہ حکومت قائم رہے گی یا نہیں، بتایا گیا ہے کہ پاکستانی وفد کے سربراہ مسٹر زین نورانی اس مسئلہ پر اپنی حکومت ملک کے سیاسی لیڈروں اور حزب مخالف کے نمائندوں سے مشورہ کرنے کے لیے اسلام آباد روانہ ہوگئے ہیں۔ اور اب پاکستان کو یہ فیصلہ کرنا ہے کہ موجودہ صدر افغانستان نجیب اللہ کی حکومت کی موجودگی میں وہ اس سمجھوتہ پر دستخط کرنے کے لیے تیار ہے یا نہیں۔

بنگلہ دیش اسلامی جمہوریہ

صدر حسین محمد ارشاد نے بنگلادیش کو ایک اسلامی جمہوریہ بنادیا ہے، اور کہا ہے کہ قانون کی کتابوں کو قرآن حکیم کی مناسبت سے بدلا جائے گا اور نئی پارلیمنٹ احکام شریعت کا اعلان کرے گی۔

ازبکستان میں اسلام کے فروغ پر پراودا کا اظہار تشویش

روس میں کمیونسٹ پارٹی کے اخبار پراودا میں ازبکستان کی قیادت کی سرزنش کی گئی ہے جو کہ روس میں شامل وسطی ایشیا کی پانچ جمہوریتوں میں سب سے اہم جمہوریہ ہے۔ پراودا میں کے حالیہ مکمل اجلاس کی رپورٹ میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ ازبکستان کی قیادت رشوت، غبن میں ملوث ہے ان پر یہ بھی الزام ہے کہ اس نے اقتصادی ہدف پورے نہیں کیے۔ علاوہ ازیں نئے بننے والے مکانوں کے بلاک گر رہے ہیں کمیونسٹ نظریہ کا اثر کم ہورہا ہے۔ جبکہ اسلام کو استحکام حاصل ہورہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ریاست میں غیر متوازن شرح پیدائش کے بڑھنے کا بھی الزام عائد کیا گیا ہے۔ پراودا نے سمرقند کی ضلعی پارٹی کے صدر کی بھی سرزنش کی ہے اور کہا ہے کہ انھوں نے ایک مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا ہے۔ روزنامہ نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ پارٹی کے بعض سنیئر اراکین جو کہ خود کو کمیونسٹ کہتے ہیں، لادینیت کے بجائے اسلام پر عمل پیرا ہیں۔ روزنامہ نے ان لوگوں پر نکتہ چینی کی ہے جو کہ مذہبی جذبات رکھتے ہیں۔ پراودا کے مطابق اس علاقہ میں شرح پیدائش پورے ملک میں تین گنا زیادہ ہے اور اس کی وجہ یہ قرار دی گئی ہے کہ اس علاقہ کے لوگ اسلام پر عمل پیرا ہیں۔

بقیہ: سوال وجواب

حضرت علیؓ نے تجہیز وتکفین ذمہ داری قبول کرنے اور غسل میں مدد دینے پانی وغیرہ مہیا کرنے کی ہدایت کی ہوگی کیونکہ یہ امور شوہر پر واجب نہیں ہوتے اگر مذکورہ بالا ہدایت کا واقعی وجود ہوتا تو کیسے ممکن تھا کہ حضرت ابوبکرؓ کی زوجہ اسماء بنت عمیس حضرت فاطمہ کو غسل دیتیں ان کا قول ہے "لما ماتت فاطمۃ غسلتها وعلی ابن ابی طالب"

اس روایت سے حضرت علیؓ کی شرکت صرف غسل میں ضرور معلوم ہوتی ہے لیکن بظاہر وہ پانی گرم کرنے اور لانے کا کام انجام دے رہے ہونگے کیونکہ کسی عورت کے ہمراہ شوہر کا اپنی بیوی کو ہاتھ لگاکر غسل دینا عادۃً ناممکن ہے اور شوہر بھی کون حضرت علیؓ جیسا پیکر شرم وحیا۔ ایک موقع پر آپ کو مذی کے متعلق ایک مسئلہ رسول اللہ سے دریافت کرنا تھا بلا واسطہ دریافت کرنے سے شرم مانع تھی بالآخر ایک صحابی کے ذریعہ دریافت کروایا اب آپ خود فیصلہ کریں کیا حضرت علیؓ کا حضرت اسماء کے ساتھ اپنے ہاتھوں غسل دینا مراد ہوسکتا ہے۔

(بقیہ صـ۳ کا)

ہیں، اور بہت سی قوموں اور ملتوں نے اس کی پابندی کی ہے، تو اس کو یہ چیز کسی قدر آسان معلوم ہونے لگے گی اور ہمت پہلے سے بڑھ جائے گی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ یہ کوئی ایسی چیز نہیں جس کا مقصد بلاوجہ مشقت یا آزمائش میں ڈالنا ہو، یہ ریاضت وتربیت اور اصلاح وتزکیہ کے لیے ہے۔ یہ دراصل اخلاقی تربیت گاہ ہے جہاں سے آدمی کامل ہوکر اس طرح نکلتا ہے کہ خواہشات کی لگام اس کے ہاتھ میں ہوتی ہے وہ خواہشات اس پر حکومت نہیں کرتیں بلکہ وہ خواہشات پر حکومت کرتا ہے، جب وہ محض اللہ کے حکم سے مباح اور پاک چیزوں کو ترک کر دیتا ہے تو ممنوعات ومحرمات سے بچنے کی کوشش کیوں نہ کرے گا؟ جو شخص ٹھنڈے میٹھے پانی اور پاکیزہ ولذیذ غذا کو خدا کی فرمانبرداری میں چھوڑ سکتا ہے، وہ حرام اور نجس چیزوں کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا کیسے گوارا کر سکتا ہے۔ اور یہی لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ کا مفہوم ہے۔

پھر یہ ارشاد ہوتا ہے کہ مہینہ کی گنتی کو زیادہ نہ سمجھنا، یہ تو چند گنے چنے دن ہیں جو مسلسل گزرتے ہیں اور دیکھتے دیکھتے ختم ہوجاتے ہیں، اس کے علاوہ اس ایک مہینہ کی (جس میں صرف دن کا روزہ ہوتا ہے) سال بھر کے شب وروز سے نسبت ہی کیا ہے جو راحت ولذت اور سکون وفراغت کے ساتھ گزرتے ہیں؟ تاہم مریض اور مسافر نیز ان لوگوں کو جو روزہ رکھنے سے عاجز ومعذور ہوں اس سے مستثنیٰ کیا گیا ہے۔

پھر اس مہینہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے جس میں روزہ فرض کیا گیا، ارشاد ہوتا ہے کہ یہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا اور نسل انسانی کو نئی زندگی کا پیغام ملا، ایک مسلمان کے لیے اس سے زیادہ مفید وموزوں بات کیا ہوسکتی ہے کہ وہ اس مبارک مہینہ میں صیام وقیام کے ذریعہ نئی زندگی نئے ایمان اور نئی قوت سے بہرہ مند ہو،

یہ وہ اسلامی روزہ یا روحانی غذا ہے جو بھرپور زندگی، ہر طرح کے فوائد اور ہر قسم کی برکتوں سے معمور اور ہر اس مشکل پسندی، تشدد اور ناروا بوجھ سے خالی ہے جو نفس انسانی کی طاقت سے باہر اور اس کی قوت برداشت سے زیادہ ہے۔

يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔

اللہ تمہارے حق میں سہولت چاہتا ہے اور تمہارے حق میں دشواری نہیں چاہتا، اور یہ (چاہتا ہے) کہ تم شمار کی تکمیل کرلیا کرو اور یہ کہ تم اللہ کی بڑائی کیا کرو، اس پر کہ تمہیں راہ بتادی عجب نہیں کہ شکر گزار بن جاؤ۔

روزہ کی خصوصیات اور اس کے فضائل واحکام

اسلام نے روزہ کا جو نقشہ پیش کیا ہے وہ قوانین ومقاصد دونوں کے لحاظ سے مکمل ہے، فائدہ کا سب سے زیادہ ضامن ہے اور اس میں عزیز وعلیم اور حکیم وخبیر خدا کی حکمت ومشیت پوری طرح جلوہ نگن ہے۔

أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ۔ (الملک ۱۴)

کیا وہی آگاہ نہ ہوگا جس نے پیدا کیا ہے؟ وہ تو (بڑا) باریک بیں اور (پورا) باخبر ہے۔

اس نے پورا مہینہ (اور یہ رمضان کا وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا مسلسل مہینہ بھر کے روزوں کے لیے مخصوص کیا ہے جس کے دنوں میں روزہ رکھنے کا حکم ہے اور راتوں کو کھانے پینے کی اجازت ہے، اس وقت عربوں میں روزہ کا مفہوم یہی تھا اور اسلام کی عالمی شریعت میں بھی اسی کا اعتبار اور اسی پر عمل ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

"(روزہ میں) دن کا دائرہ طلوع صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک ہے اس لیے کہ عربوں کا حساب اور ان کے دن کی مقدار اسی بنیاد پر ہے، اور عاشوراء کے روزہ میں ان کے یہاں یہی بات معروف ومسلم تھی، مہینہ کا آغاز رویت ہلال سے ہے اور رویت ہلال تک ہے اس لئے کہ عربوں کا حساب شمسی مہینوں پر نہیں چلتا۔" (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۳۷)

رمضان کو روزہ کے ساتھ مخصوص کیوں کیا گیا؟

اللہ تعالیٰ نے روزے رمضان میں فرض کیے ہیں اور دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ لازم وملزوم قرار دیا ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ ان دو برکتوں اور سعادتوں کا اجتماع بڑی حکمت اور اہمیت کا حامل ہے اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ رمضان ہی وہ مہینہ ہے جس میں قرآن مجید نازل ہوا اور گم کردہ راہ انسانیت کو "صبح صادق" نصیب ہوئی، اس لیے یہ عین مناسب تھا کہ جس طرح طلوع صبح صادق روزہ کے آغاز کے ساتھ مربوط کردی گئی ہے اسی طرح اس مہینہ کو بھی جس میں ایک طویل اور تاریک رات کے بعد پوری انسانیت کی صبح ہوئی پورے مہینے کے روزے کے ساتھ مخصوص کردیا جائے، خاص طور پر اس وقت جبکہ اپنی رحمت وبرکت، روحانیت اور نسبت باطنی کے لحاظ سے بھی یہ مہینہ تمام مہینوں سے افضل تھا، اور بجا طور پر اس کا مستحق تھا کہ اس کے دنوں کو روزے سے اور راتوں کو عبادت سے آراستہ کیا جائے۔

روزہ اور قرآن کے درمیان بہت گہرا تعلق اور خصوصی مناسبت ہے، اور اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں تلاوت کا زیادہ سے زیادہ اہتمام فرماتے تھے، ابن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ سخی تھے، لیکن رمضان میں جب جبرئیلؑ آپ سے ملنے آتے اس زمانہ میں سخاوت کا معمول اور بڑھ جاتا، جبرئیلؑ رمضان کی ہر رات میں آپ کے پاس آتے اور قرآن مجید کا دور کرتے، اس وقت جب جبرئیلؑ آپ سے ملتے آپ سخاوت، داد ودہش اور نیکی کے کاموں میں تیز ہوا سے بھی تیز نظر آتے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"اس مہینہ کو قرآن مجید کے ساتھ بہت خاص مناسبت ہے اور اسی مناسبت کی وجہ سے قرآن مجید اسی مہینہ میں نازل کیا گیا، یہ مہینہ ہر قسم کی خیر وبرکت کا جامع ہے، آدمی کو سال بھر میں مجموعی طور پر جتنی برکتیں حاصل ہوتی ہیں وہ اس مہینہ کے سامنے اس طرح ہیں، جس طرح سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ، اس مہینہ میں جمعیت باطنی کا حصول، پورے سال جمعیت باطنی کے لیے کافی ہوتا ہے اور اس میں انتشار اور پریشان خاطری بقیہ تمام دنوں بلکہ پورے سال کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے، قابل مبارکباد ہیں وہ لوگ جن سے یہ مہینہ راضی ہوکر گیا اور ناکام وبدنصیب ہیں وہ جو اس کو ناراض کرکے ہر قسم کے خیر وبرکت سے محروم ہوگئے۔"

(مکتوبات امام ربانی ج ۱ ص ۴۵)

ایک دوسرے مکتوب میں فرماتے ہیں:

"اگر اس مہینہ میں کسی آدمی کو اعمال صالحہ کی توفیق مل جائے تو پورے سال یہ توفیق اس کے شامل حال رہے گی۔ اور اگر یہ مہینہ بے دلی، فکر وتردد اور انتشار کے ساتھ گزرے تو پورا سال اسی حال میں گزرنے کا اندیشہ ہے۔"

(مکتوبات امام ربانی ج ۱ ص ۴۵)

حضرت ابوہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کرائے جاتے ہیں اور شیاطین کو پابہ زنجیر کر دیا جاتا ہے۔" اس سلسلہ کی احادیث بکثرت وارد ہوئی ہیں۔

ضرورت ہے

انجمن آرٹس، سائنس وکامرس کالج اور انجمن انجینیرنگ کالج میں مسلمان طلباء کو دینی تعلیم کے لئے مستند اور تجربہ کار اساتذہ کی ضرورت ہے۔ انگریزی کا جاننا ضروری ہوگا۔ دفتر میں کام کرنے کے لئے ایک بی۔ کام کی ضرورت ہے۔ خط وکتابت اور ٹائپنگ کا بھی تجربہ ہو۔

مطلوبہ تنخواہ، تعلیمی صلاحیت اور تجربہ کی تفصیل کے ساتھ مندرجہ ذیل پتہ پر اس اشتہار کے ۱۰ دن کے اندر درخواستیں بھیج دیں۔

ناظم دینیات۔
انجمن حامی مسلمین بھٹکل۔
581320.

اس سال دار العلوم سے فارغ ہونے والے طلبہ کے نمائندہ
مولوی محمد کمال اختر کے تاثرات

سرزمین کوئے جاناں ہائے کیا دلچسپ ہے

مخدوم گرامی، قبلۂ دیدہ و دل حضرت مولانا مدظلہ، محسن اساتذۂ کرام اور میرے رفیقو و ہمسفرو. آپ کا دعوت نامہ ملتے ہی ماضی کی حسین یادوں کا ایک نقشہ نگاہوں کے سامنے پھر گیا اور عمر رفتہ کے گیارہ برس متمثل نظر آنے لگے. ندوی زندگی کے خوشگوار ایام جن کا ہر روز روز عید اور ہر شب شب برات تھی. ذہن کی سطح پر ابھر آئے.

مادر علمی کی رونق بہار، وہ دلکش نقش و نگار، اساتذۂ کرام کی شفقت پدری اور ان کا ایثار، وہ علمی مذاکرے، وہ گرما گرم محفلیں. وہ الاصلاح کا اسٹیج وہ عربی خطابت، وہ معزز ہستیوں کے گراں قدر خیالات، الغرض کیا کچھ نہ یاد آیا اور خیالات کا ایک لشکر نگاہوں میں پھر گیا. میں انہیں خیالات میں گم ہو گیا اور بے اختیار آنسو کے چند قطرے ٹپک پڑے. ؎

جب نام ترا لیجئے تب چشم بھر آوے

حضرات: دریائے طبیعت کی جولانی شباب پر ہے لیکن ہونٹوں پر تھرتھراہٹ طاری ہے. تاہم کچھ غیر مرتب سے خیالات و تأثرات پیش کرنے کی سعی کر رہا ہوں.

حضرات:- بچپن ہی سے میرا کان ندوۃ العلماء اسکی جامعیت اور مخصوص طرز فکر سے بخوبی آشنا تھے. اس لئے کہ دار العلوم کے شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد اویس صاحب ندوی نگرامی رحمۃ اللہ علیہ کی میرے گھر برابر آمد و رفت رہتی تھی. انہوں نے ہی میرے سر پر دست شفقت پھیر کر رسم بسم اللہ ادا کرائی تھی. اور وہیں سے میرے علمی سفر کا آغاز ہوا. اس سے بڑھ کر یہ کہ خود میرے والد صاحب کی ابتدائی تعلیم ندوہ ہی کی تھی.

بہر حال شعور کی آنکھیں کھولیں تو گھریلو ماحول کے برخلاف والد صاحب عربی تعلیم دلانے پر مصر ہو گئے اور میں اس بات پر بضد کہ پڑھونگا تو ندوہ ہی میں پڑھونگا ورنہ نہیں تا در المطلق کی بندہ نوازی کہ اس مشت خاک کو بھی دار العلوم جیسے مقدس علم و ادب اور تہذیب و ثقافت کے گہوارہ میں حصول علم کی سعادت نصیب ہوئی. اور ۱۹۷۷ء میں اپنے اعزہ و احباب کے بزبان حال یہ کہتے ہوئے رخصت ہوا کہ ؎

چلی ہے لیکے وطن کے نگار خانہ سے
شراب علم کی لذت کشاں کشاں مجھکو

میں درجۂ حفظ کے ایک طالب علم کی حیثیت سے ندوہ میں داخل ہوا. اور الحمد للہ حفظ قرآن سے لے کر اصح الکتب بعد کتاب اللہ بخاری شریف تک پڑھنے کا شرف حاصل کیا. گیارہ برس کے ان بیش قیمت لمحات میں کیا کچھ حاصل کیا وہ حد بیان سے باہر ہے لیکن مجھے پورا اعتراف ہے کہ جتنا حاصل کرنا چاہئے تھا حاصل نہیں کیا. اور عمر کا یہ گرانقدر حصہ یونہی نادانیوں میں کٹ گیا، پھر بھی اگر آپ تعلی نہ سمجھیں تو یہ کہنے کی جرأت ضرور کرونگا کہ یہیں سے ہم نے توحید و سنت کا سبق سیکھا، یقین کی ناقابل تسخیر طاقت کا درس لیا. نگاہ بلند، دل درد مند اور فکر ارجمند کے سایہ میں اکتساب فیض کیا. حضرت مولانا کی تصنیفات سے بیش از بیش فائدہ اٹھایا. ماذا خسر العالم. الصراع، اور تاریخ دعوت و عزیمت کی جستہ جستہ عبارتیں اب بھی مجھے حفظ ہیں. ریاض الصالحین نے بار بار نفس امارہ کو جھنجھوڑا اور شیطانی وساوس پر ضرب لگائی. مولانا مدظلہ کی مجلسوں میں حاضری درجۂ اعدادیہ سے کر ابتک کا معمول رہا اور اور بروز جمعہ ۱۹۷۹ء کو عصر بعد کی وہ مجلس میں کبھی بھول نہیں سکتا جس نے میری زندگی کے دھارے کو موڑا اور خدمت دین کا وہ صور پھونکدیا جس کے وعدے بے شمار اور اس خدمت سے کے سامنے شاہیاں تو شاہیاں شہنشاہیاں بھی ہیچ ہیں.

حضرات! اب جبکہ ہمارے نقار درس کی محفل برہم ہونے کو ہے یاروں کا قافلہ اپنی اپنی منزل کی طرف رواں ہونے والا ہے. اور یہاں سے چل چلاؤ گھنٹی بج رہی ہے. وہ موتی جو دست قدرت نے ایک لڑی میں پروئے تھے آج بکھرنے کو ہیں. ؎

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر نہ دیدم و بہار آخر شد

میں اپنے اندر اعتماد و قوت، خدمت دین کا جذبہ، اور جرأت رندانہ پا رہا ہوں لیکن یہ سب کمال ہے اسی مادر علمی کا اور فیض ہے یہاں کی نورانی فضا کا. باپ کی طرح مشفق استاذوں کے خون جگر کا اور ساتھیوں کی ایمانی اخوت کا.

صنائع فاق صانعہ نفافت
وغرس طاب غارسہ فطابا
وکنا کالسھام اذا اصابت
مرامیھا فرامیھا اصابا

میرے رفیقو اور ہمسفرو! ندوۃ العلماء سے ہماری بڑی حسین یادیں وابستہ ہیں. یہاں کا ذرہ ذرہ اور چپہ چپہ ہمیں سو جان سے زیادہ عزیز ہے ہمارا اس سے لحم و دم کا رشتہ ہے. اسکے سنگ و خار بھی ہمیں گل بوٹے کی طرح محبوب ہیں. ہم اسی سے ہیں اور وعدہ کرتے ہیں کہ انشاء اللہ اسی کے رہیں گے.

ؑ "از من بجز حکایت مہر و وفا مپرس"

لیکن جب خیال آتا ہے کہ اسی دار العلوم کو اور انہیں اساتذۂ کرام کو الوداع کہنے بیٹھے ہیں جنہوں نے برسوں کتاب و سنت کے اسرار آشکارا کئے فقہ و شریعت کے دقائق چٹکیوں میں حل کئے ہم عجمی بے زبانوں کو نطق عربی سکھایا. اور چشم و ابرو کے اشاروں سے ہزاروں گتھیاں سلجھائیں. تو دل کٹا جاتا ہے، زبان خاموش اور نگاہیں تر ہوئی جاتی ہیں، آہ کہ اب بخاری و مسلم، اور ترمذی و مشکوٰۃ کے اسباق کبھی سننے کو نہ ملیں گے. عربی شاعر نے اسی درد و کرب اور فراق و مہجوری کو یاد کر کے کہا تھا.

فقاد وعا بعدا و من حل بالحمی
وقل لنجد عندنا ان یودعا

۲۵ مارچ ۱۹۸۸ء

بنفسی تلک الارض ما اطیب الربی
وما احسن المصطاف والمتربعا
ولیست عشیات الحمی برواجع
علیک ولکن خل عینیک تدمعا

میرے رفیقو و ہمسفرو، میں تو خدمت دین کے اسی سرمایہ کو لے کر جا رہا ہوں اور زندگی کے میدان کار زار میں اتر رہا ہوں خدا مجھے بھی ایک ادنیٰ سپاہی بنائے

اُحب الصالحین ولست منھم
لعل اللہ یرزقنی صلاحا.

لیکن آج نہیں تو کل خود آپ کی باری ہے یاد رکھیئے گا کہ ندوی تہذیب و تشخص آپ کا طرۂ امتیاز ہے. ندوی روایات آپکے لئے حسین سوغات ہیں. اسی کے ساتھ دین کے لئے تڑپنا اور ملت کے نام پر مرنا ندوہ کا خاص مزاج ہے اس کی پاسداری آپ کا فریضہ ہے. خدارا ضائع نہ کیجئے گا. حضرت مولانا نے اپنے ایک ساتھی کو خط لکھ کر کہا تھا میں آپ سے مخاطب ہو کے کہتا ہوں، دین کی تخم ریزی کیلئے اسی کشت ویران میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیئے. دن رات ایک کر دیجئے. دل کو جلائیے اور بدن کو گھلائیے خون دیدہ اور خون جگر بہائیے اور اسی طرح بہائیے کہ دجلہ و فرات اپنی تنگ ظرفی پر ماتم کریں، ایک ایک کا دامن تھام کر کہیئے کہ اے صحرائے عرب کے بھٹکے ہوئے آہو! اے عالم کی آبرو! اے ابراہیمؑ و محمدؐ کی آرزو تو کہاں گم ہے؟! کیا سیدنا عمرؓ کی دعاء نیم شبی اور آہ سحر گاہی سعد بن ابی وقاص کی علم برداری، علی بن ابی طالب کی جگر سوزی، اشک ریزی اور خطابت و تاثیر کی طوفان خیزی، خاندان رسالت کے خون کی ارزانی. ابو حنیفہ کی دماغ سوزی، احمد بن حنبل کی تعزیر، عبد القادر جیلانیؒ کی درد مندی کا حاصل صرف یہ ہے کہ تو ائمۂ ضلالت کا ادنیٰ غاشیہ بردار اور اس کی راہ کا غبار ہے دنیا کے مقبرہ میں صور پھونک دیجئے اور شور قیامت برپا کر دیجئے.

اخیر میں ہم اپنے مشفق اساتذۂ کرام سے مؤدبانہ گذارش کرتے ہیں کہ ان کی شان میں جتنی بھی طالبعلمانہ گستاخیاں کی ہوں خدارا مجھے معاف فرمائیں کہ حضور رب میں گرفت نہ ہو اور اپنے ساتھیوں سے کہ آپس کی ناچاقیوں دوستانہ نوک جھونک اور نازیبا الفاظ کو محض اپنی شرافت سے در گذر فرما دیں.

ان اللہ یحب المحسنین

(الوداع اے سر زمین ندوہ) خورشید کرم بن کر ابر کرم بن کر
بلا تو خوش رہو اب ہم تو چلے گلزار کے سائے

سوال و جواب

* محمد طارق ندوی

سوال:- ایک شخص کے پاس کئی مکان ہیں لیکن سب خالی پڑے ہوئے ہیں کیا ان مکانوں کی قیمت پر زکوۃ ہوگی؟

جواب:- مکانوں کے سلسلہ میں جب تک تجارت کی نیت نہ کرے اس وقت تک زکوۃ واجب نہ ہوگی.

سوال:- کیا شوہر بیوی کے مرنے کے بعد اس کو ہاتھ لگا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:- شوہر اپنی بیوی کو مرنے کے بعد ہاتھ نہیں لگا سکتا ہے، البتہ دیکھ سکتا ہے.

۱ جواب مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد بیوی شوہر کیلئے حرام ہو جاتی ہے. میرے ذہن میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایک عورت ایک مرد کے نکاح میں آنے کے بعد حلال ہو جاتی ہے پھر مرنے کے بعد وہی عورت شوہر پر کیوں حرام ہو جاتی ہے.

*** رفع اشکال ***

آپ کا اشکال ایک غلط فہمی پر مبنی ہے آپ سمجھتے ہیں کہ نکاح سے جو حلت حاصل ہوگی وہ دائمی اور لازمی ہے مرنے کے بعد بھی باقی رہنے والی چیز ہے. حالانکہ ایسی بات نہیں ہے. یہ حلت جسطرح طلاق کے ذریعہ ختم کی جا سکتی ہے اسطرح موت سے ختم ہو جاتی ہے. بلکہ اگر غور کریں تو موت میں شدت زیادہ ہے. بیوی کے مر جانے کے بعد شوہر پر کسی طرح کی کوئی ذمہ داری نہیں رہتی ہے اور طلاق کی صورت میں عدت گزارنے تک وہ شوہر سے متعلق رہتی ہے. رجعت یا نکاح جدید کی صورت میں پھر حلت حاصل ہو سکتی ہے. مندرجہ ذیل دو صورتوں میں بہت واضح طور پر بیوی کے مر جانے کے بعد اسکی حرمت کا حکم ثابت ہوتا ہے، یہ دونوں صورتیں تمام فقہاء کے درمیان متفق علیہ صورتیں ہیں.

"فانکحوا ما طاب لکم من النساء - الخ" سے جمہور فقہا کے نزدیک ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ چار منکوحہ عورتوں کی حیات میں پانچویں عورت سے عقد درست نہ ہوگا جب تک کہ ان میں سے کوئی ان پر حرام نہ ہو جائے موت بھی اسی حرمت میں داخل ہے اسی لئے اگر ان میں سے کوئی فوت ہو جاتی ہے تو پانچویں سے عقد درست ہوگا

"وان تجمعوا بین الاختین" سے بیک وقت دو بہنوں کی حرمت معلوم ہوتی ہے لیکن بیوی کے فوت ہو جانے کے بعد جمہور فقہاء کے نزدیک اس کی بہن سے عقد درست ہوگا اسلئے صاف ظاہر ہے کہ بیوی فوت ہو جانے کے بعد ایک اجنبی عورت ہو گئی اسلئے اسکی بہن سے عقد درست ہے بہر حال تحریر بالا آپ کے اشکال کو رفع کرنے کیلئے کافی ہے اور دراصل میرا جواب علامہ ابن ہمام کی مندرجہ ذیل عبارت کا خلاصہ ہے

"الزوج فی امراتہ اجنبی الا فی غض البصر لا یقبل الزوج امراتہ"

اشکال ۲

حضرت فاطمہؓ نے بوقت وفات یہ ہدایت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد مجھ کو کسی عورت کے ہاتھ سے غسل نہ دیا جائے سوائے میرے شوہر حضرت علیؓ کے ہاتھ سے. کیا یہ بات حضرت فاطمہؓ کو معلوم نہ تھی کہ میں مرنے کے بعد اپنے شوہر کیلئے حرام ہو جاؤنگی. تو پھر انہوں نے ایسی ہدایت کیوں کی.

رفع اشکال

ایسی کوئی روایت نہیں ملتی جس میں حضرت فاطمہؓ کی مذکورہ بالا ہدایت پائی جاتی ہو بظاہر یہ روافض کا پروپگنڈہ معلوم ہوتا ہے جنہوں نے شریعت کو مسخ کرنے کیلئے کیا معلوم کیا کیا صورتیں اپنائی ہیں. اور بہت سی محترم ہستیوں پر بڑے رکیک بہتان گڑھے ہیں.

آپ ذرا غور کریں کیا اس طرح کی ہدایت عام عورتوں کی نفسیات کے خلاف نہیں آجکل کے گئے گذرے زمانے میں بھی ایک مسلم عورت اسطرح ہدایت کرنے کی جرأت نہیں کر سکتی. تو حضرت فاطمہؓ جو شرم و حیا کا پیکر ہیں اور نبی کریمؐ کی لاڈلی بیٹی تھیں، کیونکر ہدایت کر سکتی تھیں ہاں اگر ممکن ہے تو صرف یہ ہے کہ حسن و حسین کے خورد سال ہونے کی وجہ سے)

(بقیہ: صفحہ ۲۰)

اہل خیر حضرات سے.....

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

دار العلوم ندوۃ العلماء محتاج تعارف نہیں ہے. اس کے قیام کو بفضلہ تعالیٰ اٹھانوے سال ہو گئے ہیں خدا کا شکر ہے کہ اس اثنا میں اس نے گراں قدر علمی اور دینی خدمات انجام دی ہیں عرصہ دراز سے حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ کی توجہ اور سرپرستی حاصل ہے جن کے دور نظامت میں وہ ایک عظیم اسلامی مرکز بن گیا ہے اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت اور دینی زندگی کے لئے اس کے طلبہ، اساتذہ اور کارکنان حسب توفیق کوشاں ہیں.

اس وقت دار العلوم ندوۃ العلماء میں ہندوستان کے مختلف علاقوں کے علاوہ ملیشیا، تھائی لینڈ، جنوبی افریقہ، ترینداد، یوگنڈا اور دوسرے ممالک کے طلباء بھی زیر تعلیم ہیں مختلف ملکوں سے برابر داخلے کی درخواستیں آتی رہتی ہیں، اللہ کے فضل سے عرب ممالک میں ندوۃ العلماء کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور وہاں کے طلباء میں اس کی تعلیم و تربیت سے استفادہ کی خواہش روز افزوں ہے، ان اسباب کی بنا پر داخلوں کی تعداد میں ہر سال غیر معمولی اضافہ ہو رہا ہے جس کی وجہ سے نئی اقامت گاہوں کی ضرورت پیش آ رہی ہے، اس کے علاوہ دار العلوم کے مختلف شعبوں مثلاً دفاتر، اور مزید رہائشی سہولت کے لئے علیحدہ مستقل عمارتیں درکار ہیں،

رواق نعمانی کے مشرقی بازو کی تکمیل کے باوجود طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد کی وجہ سے ان کے قیام کے نظم میں دشواری سامنے آتی رہتی ہے خاص طور سے بیرونی طلبہ کے قیام کا کوئی مستقل نظم نہیں ہے، سرپرستوں کے قیام کی سہولت بھی موجودہ اقامت گاہوں کی تنگی کی وجہ سے ممکن نہیں ہو سکی ہے اس لئے مزید اقامت گاہوں کی تعمیر کی ضرورت باقی ہے.

حضرات اساتذہ کرام کے لئے متعدد رہائشی مکانات کی تعمیر کے باوجود ضرورت باقی ہے، اس کو دیکھتے ہوئے مزید رہائشی مکانات تعمیر کرنا ہوں گے.

پریس اور دفاتر کی عمارت:- پریس اور مختلف دفاتر کے لئے علیحدہ ایک عمارت بھی عرصہ سے زیر تجویز رہی ہے تاکہ دار العلوم کی عمارت صرف تعلیمی اغراض ہی میں استعمال ہو، سارے درجات اسی میں رہیں، جگہ کی تنگی کی وجہ سے جو انتشار کبھی کبھی ہو جاتا ہے وہ ختم ہو جائے، چنانچہ اس عمارت کا نقشہ بھی منظور ہو گیا ہے اور اس عمارت کی تعمیر بھی ہونا ہے.

معہد دار العلوم:- دار العلوم اور خاص طور پر معہد دار العلوم میں باوجود وسعت کے تنگی محسوس ہونے لگی ہے، امسال کثیر طلبہ کو واپس کیا گیا ہے، اسی طرح دار العلوم میں بھی بہت سے داخلے محض انہی مجبوریوں کی بنا پر نہیں کئے جا سکے یہ صورت حال ذمہ داران دار العلوم کے لئے باعث فکر ہے اور محض جگہ کی تنگی کی وجہ سے شائقین علم دین کو واپس کرنا نیز مقیم طلبہ کی بڑھتی ہوئی دشواریاں اور ضرورتیں ان کی فکر و پریشانی میں مزید اضافہ کا باعث ہیں، علاوہ ازیں عمارتوں اور ضروری تعلیمی سامان کی کمی کی وجہ سے بہت سے مفید علمی و دینی منصوبے پوری توجہ و یکسوئی کے محتاج رہتے ہیں.

جدید اعداد و شمار:- امسال دار العلوم، حفظ، ابتدائی، ثانوی دراسات علیا اور مقامی مکاتب میں زیر تعلیم طلبہ کی ——— مجموعی تعداد ۲۹۰۰ ہے

ان گذارشات کے بعد آپ سے ہماری درخواست ہے کہ وقت کی اس اہم ضرورت اور دار العلوم کی افادیت کو سمجھتے ہوئے پوری فراخدلی اور ہمت سے کام لے کر ان تمام کاموں میں بھرپور تعاون فرمائیں کہ ہندوستان میں علوم دینیہ کے مراکز کی حفاظت کی اس سے بہتر کوئی سبیل اور اس سے زیادہ پائیدار کوئی صدقہ جاریہ نہیں.

نوٹ: چیک، ڈرافٹ، منی آرڈر صرف ناظم ندوۃ العلماء کے نام بھیجیں ... پتہ
ناظم ندوۃ العلماء، پوسٹ بکس ۹۳، ندوہ، لکھنؤ
NAZIM NADWAT-UL-ULAMA
P. O. Box No. 93, NADWA LUCKNOW

ندوہ کے شب و روز

ندوۃ العلماء کے بانیوں اور معماروں نے دارالعلوم کا قیام جن بلند مقاصد کے تحت کیا تھا۔ ان میں ایک یہ بھی تھا کہ طلبا کو ایسی ذہنی و فکری غذا پہونچائی جائے کہ وہ نگہ بلند سخن دلنواز، افکار ارجمند ذہن رسا لیکر نکلیں۔ اور زمانہ کے تقاضوں کو پورا کریں چنانچہ انھیں مقاصد کو بروئے کار لانے کیلئے انجمن الاصلاح کا قیام عمل میں آیا۔ اس میں تین شعبے ہیں بزم خطابت۔ بزم سلیمانی اور بزم شعر و سخن طلبہ میں ذوق و شوق پیدا کرنے کیلئے سالانہ انعامی مقابلہ کرایا جاتا ہے جو کہ ترغیب و تشویق میں مہمیز کا کام دیتا ہے انجمن الاصلاح خورد وکلاں کے سالانہ انعامی مقابلے۔

۱۸ ر جمادی الثانی ۱۴۰۸ھ

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی کے دست مبارک سے انعامات تقسیم ہوئے۔

بزم خطابت علیا (۱) محمد عزیز
" " (۲) بلال احمد
" " (۳) محمد مسلم
" سفلی (۱) شبیر احمد
" " (۲) طارق شفیق
" " (۳) غلام مصطفےٰ
بزم سلیمانی علیا (۱) محمد عرفان
" " (۲) ظفر عالم
" " (۳) محمد سہراب
" سفلی (۱) طارق شفیق
" " (۲) محمد ہارون
" " (۳) محمد مصطفےٰ
بزم جوہر علیا (۱) عبدالرؤف کیرالوی
" " (۲) نذیر اکبرآبادی
" " (۳) سعید الرحمٰن
" سفلی (۱) رضوان الحق
" " (۲) شمس الدین
" " (۳) راشد عالم

مسابقہ کا اعلان دو ہفتہ قبل آویزاں کیا گیا، طلبہ نے بڑے ہی جوش و خروش کے ساتھ تیاریاں شروع کیں۔ آخر وہ وقت آیا جس کا سبھی کو شدت سے انتظار تھا۔ چنانچہ بزم خطابت علیا کا سب سے پہلا جلسہ بعد نماز مغرب منعقد ہوا جلسہ نہایت کامیاب رہا۔

پھر دوسرے دن بزم خطابت وسطی و سفلی کا دوسرا مقابلہ ہوا اس کے دوسرے دن اصلاح کے دوسرے شعبہ بزم سلیمانی علیا کا پہلا جلسہ ہوا پھر دوسرے دن وسطی و سفلی کا مقابلہ اپنی آب و تاب کے ساتھ ہوا۔

تقسیم انعامات کا جلسہ بعد نماز مغرب معتمد تعلیمات دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس صاحب ندوی کی صدارت میں منعقد ہوا جلسہ کا آغاز حسب دستور تلاوت کلام پاک سے ہوا پھر بارگاہ رسالت میں نذرانۂ عقیدت پیش کیا گیا اور صدر صاحب کے ہاتھوں انعامات تقسیم کئے گئے اور سندیں ... دی گئیں۔

انعام یافتگان کے اسماء حسب ذیل ہیں
بزم خطابت علیا (۱) فیروز اختر
" " (۲) نقی احمد
" " (۳) محمد عرفان کوٹی
" وسطی (۱) محمد عبدالواجد
" " (۲) نور عالم
" " (۳) وصی اللہ
" سفلی (۱) ابوالبقاء
" " (۲) رضوان اختر
" " (۳) حسین نیپالی
بزم سلیمانی علیا (۱) محمد عمر فاروق
" " (۲) محمد فیروز عطاء
" " (۳) محمد ضیاء الرحمٰن
" وسطی (۱) محمد عبدالسمیع کاظمی
" " (۲) مزمل الدین
" " (۳) عبداللہ المبارک

بیت بازی کا بھی انعام تقسیم کیا گیا بیت بازی میں نقی احمد کی ٹیم فرسٹ آئی اس کے بعد جلسہ کا اختتام صدر محترم کے مفید مشورہ اور گراں قدر نصیحتوں پر ہوا۔

دارالعلوم میں چونکہ صحت مند و تندرست رہنے کیلئے طلبہ کے کھیل کود اور ورزش کا بھی نظم ہے اس لئے طلبہ کے مختلف کھیل کود کے مقابلہ بھی طلبہ ہی کے انتظام میں ہوئے اور اچھی خاصی دلچسپی رہی طلبہ کے یہ مقابلہ عصر و مغرب کے درمیان ہوتے جو طلبہ کی تفریح کا وقت ہوتا ہے تاکہ تعلیم پر اس کا اثر نہ پڑے مغرب کی اذان ہوتی اور تمام طلبہ مسجد میں موجود ہوتے

الوداعیہ

از:- محمد شاہین قمر جامعی بھٹکلی

مسکراتے چلیں گنگناتے چلیں — گیت ندوہ کا ہر سو سناتے چلیں
منصب علم دیں کا ہمیں پاس ہو — شان شبلی جہاں کو دکھاتے چلیں
ساری باتیں پرانی بھلاتے چلیں
ہم ترانہ خوشی کا سناتے چلیں

شکر استاد ہم سے ہو کیوں کر ادا — جن سے ہم کو ملی دولت بے بہا
علم دیں سے مزین کیا ہے ہمیں — جو ہیں ہادی میرے جو میرے رہنما
علم ہیں نور اہل نظر کو ملا
جو بھی ہم کو ملا ان کے در سے ملا

عبد قیوم و آفاق و طیب رشید — دین و تقویٰ طہارت ہیں مثل سعید
عشق احمد میں ابرار ہو باکمال — سرفروشی کے میداں میں احمد شہید
فکر مونگیری کا ہے یہ رنگیں چمن
جس سے پایا ہے یونس نے بھی علم و فن

انور و خواجہ، ایوب اور امتیاز — حب دنیا سے عارف بھی ہیں بے نیاز
ہیں کمال و عباد و نذیر و راشد — فہم قرآن سے قرآن بھی سرفراز
مادر علم و عرفاں سجاتے چلیں
چاند، تارے گہر ہم لگاتے چلیں

سر جھکائے چلے آ رہے ہیں سراج — ان کے سر پر تو دیکھو ہے ندوہ کا تاج
مطلب اور یعقوب و عبد لطیف — فیض در فیض سے ہیں وہ سرور آج
زخم فرقت کو ہم سب بھلاتے چلیں
انکشاف آؤ ہم مسکراتے چلیں

کیا عجب ہے کہ داؤد ہیں خندہ زن — جن کو بخشا ہے ندوہ خلق حسن
مظہر فکر راحت ہیں محمد و لئیق — خوب سے خوب تر ان کا چال و چلن
دم سے سہیل کے بزم ہے پر ضیاء
اور فکر بشیر اس کا روشن دیا

اے خدا امیر و محمود محسود ہو — خدمت دین موسیٰ کا مقصود ہو
شبل شاہین ہو پرواز ان کی بلند — بخشش دست یزداں کی مسعود ہو
فرقت و غم کے آنسو بہاتے چلیں
اور سلام و داع ہم سناتے چلیں

معہد کے سالانہ ادبی و ثقافتی مقابلے

الحمدللہ سالہائے سابق کی طرح اس سال بھی معہد کی بزم ادب کے تحت سالانہ ادبی و ثقافتی مظاہرے و مقابلے ہوئے جن میں مظاہرہ قرات، پر ترنم اشعار خوانی، بیت بازی، پرکیٹ و پردہ اجتماعی نظم خوانی عربی، اردو، ہندی، انگریزی خطابت نیز دلچسپ اور سبق آموز مکالموں میں طلبہ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تقسیم انعامات حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی الندوی مدظلہ العالی کے ہاتھوں انجام پایا۔

حضرت مولانا نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ "ہم کو بہت خوشی ہے کہ معہد کے طلبہ سے جتنی توقع تھی اس سے زیادہ پایا"۔ تقریباً ڈیڑھ سو طلبہ نے مقابلوں میں حصہ لیا، ان میں سے بعض طلبہ نے ایک سے زیادہ مقابلے میں حصہ لیا، یہاں صرف اول، دوم اور سوم آنے والے طلبہ کا نام دیا جاتا ہے۔

مظاہرہ قرأت

اول: حافظ محمد عارف (برائے علیا)
دوم: رضوان اختر "
سوم: سمیع اللہ "
اول: محمد عبید قریشی برائے وسطی

دوم:- پرویز عالم "
سوم:- وقار احمد "
اول:- زبیر احسن برائے سفلی
دوم:- محمد حمزہ "
سوم:- عطاء الرحمٰن گونڈوی "

اردو تقریر

اول: محمد مبین برائے علیا
دوم: سید طلحہ "
سوم: محمد اکبر "
اول:- عطاء الرحمٰن اعظمی برائے سفلی
دوم: خالد خا[illegible]
سوم: عمران، ساری "

ہندی تقریر

اول: طاہر بلال لاری علیا
دوم: عارف جمال "
سوم:- نثار الاسلام علیا
اول:- محمد حمزہ برائے سفلی
دوم:- اسرار الحق "

نظم خوانی انفرادی

اول: عبدالقادر برائے علیا
دوم: محمد ہارون "
سوم: فاخر شہیر عباسی "
اول: عمران انصاری " سفلی
دوم: محمد ارشد "
سوم: زہیر احمد

نظم خوانی اجتماعی

اول: فاخر شہیر عباسی، نور الزماں، ضیاء الحق (جماعت)

انگریزی تقریر

اول: انیس الرحمٰن

دوم: رفیق احمد
سوم:- ابوبکر

عربی تقریر

اول: سید طلحہ
دوم: عبداللہ وسیم
سوم:- رضوان اختر

عربی مکالمہ

اول: عبداللہ وسیم، انیس الرحمٰن

اردو مکالمہ

اول: سید طلحہ، محمد ہارون سیوانی۔

اس سال مطالعہ کے عنوان کا اضافہ کیا گیا تھا جس میں علامہ سید سلیمان ندوی اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ العالی اور حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ العالی کی کتابوں میں اختیار دیا گیا تھا کہ طلبہ ان کتابوں کا مطالعہ کریں اور حکم صاحبان کے سامنے مطالعہ کی ہوئی (بقیہ ص پر)

بقیہ: مطالعہ کیا اور کیسے؟

میں آپ سے کہہ رہا ہوں کہ تین مرتبہ اور چار مرتبہ ذہن لگائیے آپ ایک مرتبہ بھی لگانے کیلئے تیار نہیں، تو آئیگا کیا۔ آپ اپنے کو دھوکہ دے دیجئے گا، آپ رجسٹر میں فاضل بن جائیگا، بیشک آپ رجسٹر میں فاضل لکھے جائیں گے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ امتحان میں پاس ہو جائیں، چونکہ امتحان خود ایک کمنک ہے۔ جس کا تعلق علم و فن سے نہیں رہا، کسی زمانہ میں رہا ہوگا۔ اور جتنے ہی اوپر کا درجہ ہے اتنا ہی زیادہ کمنک ہے یاد رکھیے! جس طرح اب الکشن میں جیتنا معیار نہیں ہے کہ عوام اس کے مؤید ہیں اور ووٹر کی اکثریت اس کو مانتی ہے۔ وہ معیار نہیں رہ گیا ہے۔ بس یہ ہے کہ اس ڈبہ میں سے ہمارا نام زیادہ نکل آوے، پرچی ہمارے نام کی زیادہ نکلے۔ اور کیسے پرچی زیادہ ہو جائے اس کا تعلق اس سے نہیں ہے کہ ووٹر زیادہ ہوں، کچھ نہیں، ایک آدمی پانچ پانچ سو آدمیوں کے ووٹ گرا دیتا ہے، تو یہی حال ہے جب آپ لوگ امتحان سالانہ میں پڑھتے ہیں۔

آپ لوگوں کو دو روٹیاں مطبخ سے ملتی ہیں دو روٹیاں صبح اور دو روٹیاں شام اور ایک مہینہ میں آپنے ایک سو بیس روٹیاں کھائیں۔ لیکن آپنے بتدریج کھائیں وقفہ کے ساتھ کھائیں۔ امتحان سالانہ کی تیاری کا مطلب یہ ہے کہ ہم پوری وہ ایک سو بیس روٹیاں ایک ساتھ کھالیں۔ یہ ہے اس کا خلاصہ اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے، جو روٹیاں آپ ایک مہینہ میں کھاتے ہیں وہ ہضم بھی ہوتی ہیں۔ اور آپ کا جزو بدن بھی بنتی ہیں، اسی طریقہ سے جب تک کہ وہ علم و معلومات آپ کی ثقافت کا جزو نہ بنے، آپ کی فکر جزو نہ بنے، آپ کے مستوی علمی کو بلند نہ کرے گی بس یہ ہے کہ امتحان کے زمانہ میں کچھ لاد لیا اور کسی نہ کسی طریقہ سے امتحان ہال میں پھینک دیا تو آپ قابل ہو جائیں گے آپ کی ثقافت کا جزو تو نہیں بنی، آپ کا مستوی علمی تو بلند نہیں ہوا، یہ بھی ایک دھوکہ ہے، امتحان کا مسئلہ بڑا سنگین ہو چکا ہے جو طریقہ امتحان کا مقرر کیا گیا تھا قطع نظر اس کے کہ وہ نافع تھا یا نہیں لیکن جس درجہ میں بھی کسی زمانہ میں نافع تھا اب اس کی نافعیت یکسر ختم ہو چکی ہے۔ کہ امتحان میں جو پاس ہونے کی بنیاد اصلاً یہ تھی کہ اس معیار کی علمی ثقافت ہو اب امتحان اس کو نہیں بتلاتا، وہ جو درجہ حرارت معلوم کرنے کا آلہ ہوتا ہے وہ آج اپنا کام ختم کر چکا ہے، خراب ہو چکا ہے۔ آپ خواہ مخواہ اسمیں پارہ ڈال کر زبردستی درجہ حرارت معلوم نہیں کیجئے۔ ایسی صورت میں آپ پاس بھی ہو جائیں گے پوزیشن بھی مل جائے۔ لیکن آپنے اگر اس پر محنت نہیں کی، آپنے اس پر فکر نہیں لگائی تو آپ کی ثقافت کا جزو نہیں بن سکتا۔

چند بہترین دینی کتابیں

تالیف:- قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی سابق پروفیسر جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

قاموس القرآن ✦ تمام الفاظ قرآنی کے معانی اور انکی مکمل صرفی و نحوی تشریح، اہم الفاظ پر مستند مفسرین و محدثین کے افادات کی روشنی میں جامع و مدلل نوٹ، معارف قرآن کی مستند انسائیکلوپیڈیا،
صفحات ۸۰۰ مجلد -/۳۵

بیان اللسان ✦ تیس ہزار قدیم و جدید الفاظ کی عربی اردو ڈکشنری، ہر لفظ کی مکمل تشریح مع مطلوب ترتیب انگریزی ڈکشنریوں کے طرز پر، آخر میں ضمیمہ الفاظ جدیدہ، آفسیٹ کی اعلیٰ طباعت
صفحات ۹۴۴ مجلد -/۵۰

سیرت طیبہ ✦ سیرت نبوی پر ایک جدید مستند کتاب، زبان سہل، انداز بیان دل نشیں، اہم واقعات پر قرآن کریم کی روشنی میں بصیرت افروز تبصرے۔ مجلد -/۲۰

شہید کربلا ✦ خلافت راشدہ کے عہد زریں پر جامع تبصرہ۔ دشمنان اسلام کی سازشوں کی نقاب کشائی۔ یزید کی ولی عہدی کی شرعی حیثیت، شہادت امام حسینؓ کے جگر پاش مناظر حدیث و تاریخ کی روشنی میں۔ مجلد -/۱۵

کلام عربی ✦ آسان طریقہ پر عربی سکھانے والی بہترین کتاب۔ -/۵

محصول بذمہ خریدار، پتہ انگریزی میں بھی لکھیں۔

MAKTBA ILMIYA QAZI STREET MEERUT (U.P.)

مکتبہ علمیہ قاضی منزل قاضی اسٹریٹ میرٹھ (یو۔پی)

عصر جدید کے مادہ پرستانہ چیلنج کے جواب میں

مولانا محمد شہاب الدین ندوی کی فکر انگیز تصنیفات

قیمت
۱۔ اسلام اور عصر حاضر -/۱۲
۲۔ اسلامی شریعت علم اور عقل کی میزان میں۔ -/۱۸
۳۔ قرآن مجید اور دنیائے حیات -/۱۲
۴۔ اسلام اور جدید سائنس -/۱۸
۵۔ تخلیق آدم اور نظریہ ارتقاء -/۳۵
۶۔ شریعت اسلامیہ کی جنگ -/۱۸
۷۔ سپریم کورٹ کا فیصلہ [illegible]
۸۔ " " (انگریزی) -/۱۲
۹۔ اسلام میں زکوٰۃ کا نظام۔ -/۳
۱۰۔ جہیز کی شرعی حیثیت -/۱
۱۱۔ آسان عربی زبان (دو حصے) -/۹

شائع کردہ
فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ ۱۰۵ داسرہلی بنگلور
105, DASAR HALLI BANGALOR-57

نوٹ: پچاس روپیہ یا زائد قیمت کی کتابیں طلب کرنے پر محصول ڈاک معاف بشرطیکہ پوری رقم بذریعہ منی آرڈر بھیجی جائے۔

ہماری مطبوعات: مکتبہ ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ دلی میں کتب خانہ رشیدیہ و عزیزیہ اور بمبئی میں۔ شرف الدین اینڈ سنز، محمد علی روڈ سے بھی طلب کی جا سکتی ہیں۔